نمبر (۳۳) دارالامان قادیان مورخہ ۳۰۔ ستمبر ۱۹۰۴ء عیسوی جلد (۸)

حضرت مسیح موعود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) لاہور میں

(گذشتہ اشاعت کے سلسلے میں)

(تیسرا نمبر)

لیکن اس کے مقابلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا صبر بہت ہی بڑا تھا کیونکہ سب سے اوّل تو اپنی ہی قوم آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی مخالف ہوگئی اور ایذا رسانی کے درپے ہوئی۔ اور پھر عیسائی بھی دشمن ہوگئے۔ جب انکو سنایا گیا کہ حضرت عیسے علیہ السلام صرف ایک خدا کے بندے اور رسول تھے تو انکو آگ لگ گئی کیونکہ وہ تو ان کو خدا بنائے بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو حقیقت کہہ دی۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جسکو خدا بنا لیتا ہے اور اپنا معبود مانتا ہے اسکا ترک کرنا آسان نہیں ہوتا بلکہ پھر اسکو چھوڑنا بہت ہی مشکل ہوجاتا ہے۔ عیسائیوں کا یہ اعتقاد پختہ ہوگیا ہوا تھا اسلئے جب انہوں نے سنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے مصنوعی خدا کو انسان بنا دیا تو وہ دشمن جان بن گئے اور اسیطرح پر یہودیوں میں بہت سی مشرکانہ رسومات پیدا ہوگئی تھیں اور وہ حضرت مسیح کا بالکل انکار کرتے تھے جب انکو متنبہ کیا گیا تو وہ بھی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے وہ تو حضرت مسیح کو معاذاللہ مکار اور کذاب کہتے تھے بالمقابل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو بتایا کہ تم انکو کذاب کہنے میں خود کذاب ہو۔ وہ خدا تعالے کا ایک برگزیدہ نبی ہے۔ اسکے علاوہ انکی مخالفت کی ایک بڑی بھاری وجہ یہ ہوئی کہ وہ اپنی بے وقوفی اور کم فہمی سے یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ خاتم الانبیاء بنی اسرائیل میں سے آئیگا۔ کیونکہ توریت میں جیسا کہ سنت اللہ ہے آخری نبی کے متعلق جو پیشگوئی ہے وہ ایسے الفاظ میں ہے جس سے انکو یہ شبہ پیدا ہوگیا تھا۔ وہاں لکھا ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے۔ وہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہی لے بیٹھے حالانکہ اس سے مراد بنی اسماعیل تھی پس جب انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دعوی سنا کہ وہ خاتم النبیین ہیں تو ان کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا اور جو کچھ وہ توریت کی اس پیشگوئی کے موافق سمجھے بیٹھے تھے وہ غلط قرار دیا گیا اس سے ان کے آگ لگی اور وہ مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

پیشگوئیوں کے متعلق سنت اللہ

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالے کی پیشگوئیوں میں سنت اللہ یہی ہے کہ ان میں خفا اور ابتلا کا بھی ایک پہلو ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ پہلو نہ رکھا جاوے تو پھر کوئی اختلاف ہی نہ رہے اور سب کا ایک ہی مذہب ہو جاتا۔ مگر خدا تعالے نے امتیاز کے لئے ایسا ہی چاہا ہے کہ پیشگوئیوں میں ایک ابتلا کا پہلو رکھ دیتا ہے کوتاہ اندیش ظاہر پرست اس پر اڑ جاتے ہیں اور اصل مقصد سے دور جا پڑتے ہیں۔ اسی طرح پر ان یہودیوں کو یہ مشکل پیش آئی کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق غلطی میں پڑ گئے۔ اگر توریت میں وہ پیشگوئی صاف الفاظ میں ہوتی کہ آنیوالا نبی بنی اسماعیل میں سے ہوگا اور اسکا نام محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہوگا۔ اسکے باپ کا نام عبداللہ بن عبدالمطلب ہوگا۔ اور اسکی ماں کا نام آمنہ ہوگا تو یہودی کیونکر انکار کرتے؟ مگر انکی بدقسمتی سے پیشگوئی میں ایسی صراحت نہ تھی وہاں لکھا تھا کہ تیرے بھائیوں میں سے وہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہی سمجھتے رہے۔

الیاس اور مسیح کی آمد ثانی کا فیصلہ

ایسا ہی حضرت عیسی علیہ السلام کے وقت بھی یہودیوں کو ٹھوکر لگی تھی۔ ملاکی نبی میں حضرت مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا کے آنے کی پیشگوئی درج ہے۔ جب حضرت مسیح آگئے اور انہوں نے دعوی کیا تو یہودی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے۔ اس لئے وہ انکار کرنے لگے چنانچہ انہوں نے خود حضرت مسیح سے یہی سوال کیا کہ الیاس کا آنا جو مسیح سے پہلے ضروری ہے وہ کہاں ہے؟ حضرت مسیح نے کہا کہ آنے والا الیاس آگیا ہے یعنی وہ یوحنا ابن ذکریا کے رنگ میں آیا ہے چاہو تو قبول کرو مگر یہ بات انکی تسلی کا موجب کیونکر ہوسکتی تھی وہ اس بات پر اڑے رہے کہ وہاں کسی مثیل کے آنے کی خبر تو دی نہیں گئی وہاں تو خود ایلیا کے آنے کا وعدہ ہے اس بنا پر وہ انکار کرتے رہے اور دکھ اور تکلیفیں بھی پہونچاتے رہے۔ یہانتک کہ اب بھی یہودی یہی یقین رکھتے ہیں میرے پاس ایک فاضل یہودی کی کتاب ہے اس نے اس مسئلہ پر ایک لمبی بحث کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ ہم اس مسیح کو کیونکر قبول کرسکتے تھے جبکہ اس سے پہلے ایلیا نہیں آیا یہ شخص جو مسیح ہونے کا دعوے کرتا ہے اسکا دعوے بناوٹی اور جھوٹا ہے کیونکہ وہ ایلیا کے دوبارہ آنے کی جھوٹی تاویل کرتا ہے ہم اسکے خالہ زاد بھائی یحیی کو کیونکر ایلیا سمجھ لیں پھر وہ لوگوں کے سامنے اپیل کرتا ہے کہ ہم کسطرح پر اس شخص کے دعوے کو تسلیم کرلیں جبکہ ہمیں یہ خبر دی گئی تھی کہ پہلے ایلیا آئیگا اس میں کسی مثیل کا وعدہ نہیں کیا گیا آخر میں کہتا ہے۔ کہ اگر خدا تعالے نے قیامت کو ہم سے سوال کریگا کہ کیوں اس مسیح کو قبول نہیں کیا تو ہم ملاکی نبی کی کتاب کھول کر اسکے سامنے رکھدینگے۔

اس قسم کی مشکلات ان لوگوں کو کیوں پیش آئے؟ اسکی وجہ بجز اسکے کچھ نہیں کہ انہوں نے خدا تعالے کی پیشگوئیوں پر غور نہیں کیا اور ظاہر الفاظ پر اڑے رہے۔

اسی قسم کی مشکلات اس وقت مسلمانوں کو پیش آئے ہیں لیکن اگر غور کیا جاوے تو انکو سمجھ

جنگ کی مخالفت

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

باب (۸)

جو لوگ کہ مذکورہ بالا عملی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں وہ کہیں گے کہ "جو بدی ہم پر نازل ہے اس سے مخلصی حاصل کرنے کے واسطے صرف چند آدمیوں کا نہیں بلکہ بالعموم سب آدمیوں کا اپنی حالت پر غور کرنا لازم ہے۔ اور اس کے بعد یہ سب اسی طرح خدا کی مرضی کا بجا لانا اور پڑوسی کی خدمت کرنا اپنا عین فرض سمجھیں گے۔"

کیا یہ ممکن ہے؟ میں جواب دیتا ہوں کہ یہ صرف ممکن ہی نہیں بلکہ ایسا نہ ہونا محالات میں داخل ہے۔ انسانوں کا اپنی حالت پر غور نہ کرنا ممکنات میں داخل نہیں۔ کیونکہ انسان اپنی ہستی کے مدعا کو معلوم کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس نے ہمیشہ اپنے آپکو یہی سوال کیا ہے اور اس کو اپنی ذہنی استعداد کے مطابق یہی جواب ملتا رہا ہے۔ ہمارے زمانہ کے لوگ بھی قانون زندگی کو تسلیم کرنے اور لوگوں کے ساتھ محبت اور انکی خدمت کرنے کے اصول کو سمجھنے کے ساتھ بجز اس کے کوئی دوسرا جواب نہیں دے سکتے کہ انسانی زندگی کے مدعا کی نسبت صرف یہی معقول جواب ہو سکتا ہے۔ اور ایک ہزار نو سو سال گذرے ہیں کہ یہی دین عیسوی میں ظاہر کیا گیا تھا اور انسانی ذات کی ایک بڑی تعداد کو اس کا علم ہے۔

یہی جواب ہمارے زمانہ کی عیسائی دنیا کے لوگوں کے دلوں میں چھپا ہوا ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہو کر ہماری زندگی کا ہادی نہیں ہوتا کیونکہ ایک طرف تو وہ لوگ جو سائینس دان کہلاتے ہیں اس بھاری غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ مذہب انسانی ذات کی ترقی میں محض ایک زینہ ہے جس کے بغیر انسان کا گذارہ ہو سکتا ہے اور یہ لوگ اسی خیال فاسد کو ابتدائی تعلیم پانے والوں میں شائع کر رہے ہیں۔ اور دوسری جانب مقتدر لوگ بعض دفعہ دانستہ اور بسا اوقات بے خبری سے لوگوں کے دلوں میں دین عیسوی کی نسبت بے سروپا تعصب پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

اگر یہ دونوں حیل اور فریب غارت کئے جائیں تب سچا مذہب جو پہلے ہی لوگوں کے دلوں میں پنہاں ہے عالم ظہور میں آ سکتا ہے۔ پس یہ مدعا حاصل کرنے کے واسطے ایک طرف تو سائینس دانوں کو سمجھنا چاہئے کہ تمام لوگوں کے ساتھ برادرانہ برتاؤ کرنے کا اصول اور نیز یہ قاعدہ کہ

"ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگران هم مپسند"

انسانی تھیوریوں کی ایک بڑی تعداد کا سرسری یا عارضی ماحصل نہیں جسکو کسی دوسرے خیال کے تابع کر سکیں بلکہ یہ ایک پختہ اصول ہے جو دوسرے خیالات سے اعلیٰ اور برتر رہنا چاہئے۔ اور یہ ازلی خداوند کے ساتھ انسان کے غیر متغیر تعلقات سے پیدا ہوا ہے اور سب مذہبوں کا مذہب ہے اس لئے اس پر ہمیشہ عمل کرنا چاہئے۔

قطع نظر اس کے جو لوگ دین عیسوی کی آڑ میں مذہبی تعصبات پھیلاتے پھرتے ہیں۔ انہیں خوب سمجھنا چاہئے کہ یہ تمام عاشیں اور رسم و رواج جنکی یہ تائید اور منادی کرتے پھرتے ہیں صرف بے ضروری ہی نہیں بلکہ بدرجہ غایت مضر اور مخرب ہیں۔ اور ان سے اس بڑی مذہبی سچائی کو مخفی کرنیوالی ہیں۔ جو خدا کی مرضی کو پورا کرنے سے۔ اور لوگوں کی خدمت کرنے سے اور اس قاعدہ سے حاصل ہوتی ہے کہ ہمیں لوگوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا چاہئے جیسا کہ ہم چاہتے ہیں کہ دوسرے لوگ ہمارے ساتھ کریں کہ یہ عیسائی مذہب کے بڑے اصولوں میں سے ایک نہیں بلکہ انجیل کا سالم عملی مذہب ہے ان لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ انسان کی عمدہ زندگی کے واسطے مذہب کا ہونا لابدی امر ہے اور یہ مذہب اس زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں پہلے ہی موجود ہے۔ پس جو لوگ دانستہ یا نادانستہ کلیسیائی تعصبوں سے لوگوں کو احمق بنا رہے ہیں وہ اس حرکت سے باز آ جائیں۔ اور لوگوں کو یہ تلقین دینے کی کوشش کریں کہ دین عیسوی میں نہ تو اصطباغ اور نہ ہی کسی طریقوں وغیرہ کی پابندی لازمی ہے بلکہ صرف یہ اصل اصول ہے کہ اپنے پڑوسی سے محبت کریں اور دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک کریں جیسا کہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کے ساتھ کریں اسی میں سب قانون اور نبیوں کے صحائف آ جاتے ہیں۔

اگر جھوٹے عیسائی اور سائینس دان پہلے یہ سادی صاف اور ضروری سچائیاں خود سمجھ جائیں اور بچوں اور ناتعلیم یافتہ لوگوں میں ان کی منادی کرنا شروع کر دیں اور اپنی پیچیدہ اور غیر ضروری تھیوریوں کی وعظ کو چھوڑ دیں تو پھر سب لوگ اپنی زندگی کے مدعا کو یکساں سمجھ سکیں گے اور اپنے سچے فرائض پر عمل کرنے لگیں گے۔

باب (۹)

لیکن اب جبکہ ہمارے دشمن روس میں ہمارے کاشتکاروں اور ہمارے لوگوں کو تہ تیغ کر رہے ہیں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا ہم اپنے دشمنوں کو اپنے مقبوضات تباہ کرنے دیں؟ اور اپنی محنت کی پیداواروں کو بیچانے دیں اور اپنے آدمیوں کو ہلاک کرنے دیں یا بے کسی کے پامال ہونے دیں۔

قبل اس کے کہ جنگ کی کارروائی شروع ہو گئی تھی (بلا لحاظ اس کے کہ کون شخص اس کا آغاز کرنیوالا تھا) ہر ایک واقف کار اور بیدار شخص کو یہی کہنا اور سوچنا چاہئے تھا کہ میری زندگی کے مدعا کو پورا کرنے سے متعلق چینیوں۔ جاپانیوں یا روسیوں کے حقوق کے ساتھ کوئی سروکار نہیں میری زندگی کا مدعا صرف یہی ہے کہ میں اسکی مرضی کو پورا کروں جس نے مجھکو یہ زندگی بخشی ہے اور میں اس مرضی کو خوب جانتا ہوں۔ اور وہ یہی ہے کہ میں اپنے پڑوسی سے پیار کروں اسکی خدمت بجا لاؤں اور عارضی بیہودہ اور ظالمانہ تقاضوں کے حکم میں آ کر راہ راست سے گمراہ نہ ہوں۔ اور کیا وجہ ہے کہ اپنی زندگی کے دائمی اور بے بدل قانون پر عمل نہ کروں؟ اگر کوئی خواہ مجھ سے مرنے کے بعد یہ دریافت نہیں کریگا کہ میں نے چینیوں کو اس کے گوداموں سمیت پورٹ آرتھر کو بحیثیت مجموعی سلطنت روس کے دشمنوں کی دستبرد سے کیوں نہ بچایا۔ جو بطور ودیعت میرے سپرد نہیں کئے گئے تھے۔ لیکن مجھ سے یہ دریافت کریگا کہ میں نے اس زندگی کو کس طرح استعمال کیا جو اس نے میرے زیر اقتدار کی تھی؟ اور میں اس کو اس مصرف میں کیوں نہ لایا جس واسطے یہ تیار کر کے میرے حوالے کی گئی تھی؟ کیا میں نے اس کے قانون کو پورا کیا ہے؟

اب سوال کی بابت کہ جنگ کے چھڑ جانے کے بعد مجھے کیا کرنا چاہئے؟ یہی جواب ہے کہ جو شخص اپنی زندگی کے مدعا کو سمجھتا ہے خواہ اس کا دنیاوی منصب کچھ ہی ہو۔ خواہ جنگ شروع ہو یا نہ ہو۔ خواہ ہزاروں روسی یا جاپانی تہ تیغ کئے جاتے ہوں۔ خواہ صرف پورٹ آرتھر ہی نہیں۔ بلکہ سینٹ پیٹرسبرگ اور ماسکو بھی مسخر کیا گیا ہو۔ میں بجز اس کے کچھ نہیں کر سکتا جو کچھ خداوند خدا نے مجھے حکم دیا ہے۔ لہذا میں بحیثیت انسان نہ تو جنگ اور نہ صراحتاً اور نہ ہدایت دینے اور نہ مدد کرنے سے اور نہ تحریک اور تحریص لانے سے جنگ میں شریک ہو سکتا ہوں۔ خدا کی مرضی کے خلاف عمل کرنے سے جو کچھ وقوع میں آئے۔ وہ تو میں نہیں جانتا۔ اور نہ جان سکتا ہوں۔ لیکن میرا اعتقاد ہے کہ خدا کی مرضی کو بجا لانے سے وہی نتیجہ نکلیگا جو میری ذات اور نیز دیگر سب لوگوں کے واسطے مفید ہوگا۔

اگر ہم روسی اس وقت جنگ کو چھوڑ دیں اور جو کچھ جاپانی ہم سے چاہتے ہیں وہ دینا منظور کر لیں تو آپکو اس کے نتیجہ سے نہایت ڈر لگتا ہے۔

لیکن اگر یہ سچ ہے کہ اوس مذہب کے لوگوں میں قائم ہونے سے انسانی ذات کو وحشیانہ حرکات اور ذاتی تباہی سے نجات ملتی ہے جو پڑوسی سے پیار کرنا اور اسکی خدمت کرنا سکھاتا ہے۔ تب ہر ایک جنگ اور جنگ کا ہر ایک گھنٹہ اور اسمیں میرا شریک ہونا اس ممکن نجات کو زیادہ تر مشکل اور بعید کرتا ہے۔

پس روسیوں کا جاپانیوں کے مطالبوں کو منظور کرنا گویا تباہی اور بربادی سے مخلصی حاصل ہونے کے مساوی ہے۔ حالانکہ جسقدر جنگ کا پھیلاؤ کیا جائیگا۔ اسیقدر جنگ کی مصیبتوں سے مخلصی حاصل کرنے کے ذرائع ہم سے دور اور بعید ہوتے جائیں گے۔

اگر یہ صورت نہ ہو تاہم جواب دیا جاتا ہے کہ جنگ تب ہی ختم ہو سکتی ہے۔ جبکہ سب لوگ یا ان کا بڑا حصہ اس میں شریک ہونے سے انکار کرے۔ لیکن ایک شخص کا انکار کرنا خواہ یہ زار روس یا سپاہی ہو بلا ضرورت اور کسی کو ذرہ بھی فائدہ پہنچانے کے بغیر اس کیلئے وبال جان ہوگا۔ اگر اس وقت زار روس جنگ کو چھوڑ دے تو اس کو تخت چھوڑنا پڑیگا اور عجب نہیں کہ قتل کیا جاوے۔ اور اگر کوئی معمولی شخص ملٹری سروس سے انکار کر دے تو یا تو جنگ کی فوج کو بھیجا جائیگا۔ یا بدمعاش کی گولی سے ہلاک کیا جاوے گا۔ پس کیوں کوئی شخص ناحق اپنی قیمتی زندگی کو تباہ و غارت کرے جس سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا ہو؟ یہ ان لوگوں کا عام سوال ہے جو اپنی زندگی کے مدعا پر غور نہیں کرتے اور اس لئے اس کو بالکل نہیں سمجھتے۔

لیکن جو شخص اپنی ہستی کی غرض کو سمجھتا ہو یعنی کہ مذہبی آدمی ہو وہ کبھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ وہ اپنے فعل کے قیاس کئے ہوئے نتائج کے تابع نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنی ہستی کے مدعا سے واقف ہوتا ہے کہ زمیندار کا کاریگر کارخانہ میں جا کر اپنا متعلقہ کام انجام دیتا ہے۔ اور اپنی محنت کے نتیجہ پر ہرگز غور نہیں کرتا۔ اسیطرح سپاہی اپنے کپتان کا حکم بجا لاتا ہے۔ اور مذہبی آدمی بھی وہ کام کرتا ہے جو خدا نے اس کے واسطے مقرر کر چھوڑا ہے اور اس کے نتیجہ کو نہیں سوچتا پس مذہبی شخص کو اس سوال سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ آیا تھوڑے یا بہت لوگ وہ کام کرتے ہیں جو اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور نہ اس کو سوچنا پڑتا ہے کہ جو کچھ وہ کرتا ہے۔ اس کا اثر اس پر کیا ہوگا اسکو صرف اسقدر معلوم ہے کہ میرے لئے زندگی یا موت ہے اور وہ زندگی یا موت اسی خدا کے ہاتھوں میں ہے جس کا حکم میں بجا لا رہا ہوں۔

پس مذہب کا پابند اپنا فرض اس خیال سے ادا نہیں کرتا کہ یہ اصطلاح کرنا چاہتا ہے۔ یا کہ اس لئے ایسا کرنے سے اس کی ذات کو یا دوسرے شخصوں کو فائدہ ہو پہنچیگا۔ بلکہ اس خیال سے کرتا ہے کہ اسکی زندگی خدا کے ہاتھوں میں ہے لہذا یہ اس کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا۔

باب (۱۰)

لیکن دشمنوں کا کیا حال ہے جو ہم پر حملہ آور ہیں؟ حضرت عیسیٰ مسیح کے بارہ حواریوں کی تلقین میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو تمہارا کوئی دشمن نہیں رہے گا۔

اس جواب میں محض لفاظی نہیں ہے لیکن جیسا کہ اکثر لوگ دشمنوں کے ساتھ پیار کرنے کی سفارش کو مبالغہ سمجھا کرتے ہیں بلکہ اس کی مراد کچھ اور ہی ہے۔

دشمنوں سے پیار کرو یعنی جاپانیوں اور چینیوں سے جن سے جھوٹے لوگ ہمیں متنفر کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ پیار کرنے کے معنے یہ ہیں کہ انہیں افیون سے زہر دینے کا حق حاصل کرنے کیلئے مت قتل کرو جیسا کہ اقوام یورپ نے کیا۔ اور ان کا ملک لینے کے واسطے انہیں ہلاک نہ کرو جیسا کہ فرانسیسیوں، روسیوں اور جرمن لوگوں نے کیا۔ نہ ان کو نقصان پہونچانے کے واسطے انہیں زندہ دفن کرنے کی سزا دو اور نہ انہیں بالوں سے اکٹھا باندھو اور نہ دریائے امور میں انہیں غرق کرو جیسا کہ روسیوں نے کیا۔

شاگرد اپنے استاد سے بڑھکر نہیں ہوتا اس کے لئے اپنے استاد جیسا ہونا ہی کافی ہے زور دار لوگوں سے جن کو تم اپنا دشمن کہتے ہو محبت کرنے کے یہی معنے ہیں کہ ان لوگوں کو عیسوی کے نام سے آدم کے زوال کفارہ اور قیامت وغیرہ کی لغو تعلیمات کی تعلیم نہ دیجائے اور انہیں دوسروں کو دھوکا دینے یا ہلاک کرنیکا درس نہ دیا جائے۔ بلکہ انہیں انصاف بے تعصبی، رحم اور محبت کرنیکا سبق دیا جائے اور یہ حرف زبانی جمع خرچ پر ہی ختم نہ کیا جائے بلکہ اپنی زندگی کی نیک مثال ان کے پیش کیجائے۔

ہم ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے رہے ہیں اور اب کر رہے ہیں۔

بیشک اگر ہم اپنے جاپانی دشمنوں کے ساتھ محبت کرتے تو آج ہم ان سے محبت کرنا شروع کریں۔ تو ہمارا کوئی دشمن نہیں رہیگا۔

خواہ یہ ان لوگوں کو کیسا ہی حیرت انگیز معاملہ معلوم ہو جو ملٹری نقشوں، جنگی سامانوں، جنگ دسیلہ متبک خیالات، مالی معاملات اور سیاسی امور وغیرہ وغیرہ میں مصروف ہوں اور جن کے ذریعہ سے یہ انسانی ذات کو مصیبتوں سے مخلصی دلانا خیال کرتے ہوں۔

اور انسان کو نہ صرف جنگ کی مصیبتوں سے بچانا چاہتے ہوں بلکہ تمام مصائب سے جو لوگ اپنے اعمال و افعال سے اپنے اوپر نازل کرتے ہوں۔ تو یہ مدعا شاہوں اور شہنشاہوں کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتا۔ جو امن کے واسطے اتحاد قائم کرسکتے ہوں۔ اور نہ ان لوگوں کی معرفت جو شاہوں یا شہنشاہوں کو تخت سے اتار سکتے ہوں۔ یا شاہی سلطنتوں کی جگہ پبلک گورنمنٹ قائم کرا سکتے ہوں اور یہ مدعا نہ تو امن کی کانفرنس کے منعقد کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اور نہ سوشل فرقہ کے بد معاشوں کے پروگرام پورا کرنے سے اور نہ خشکی یا تری پر فتوحات حاصل کرنے یا زمین اٹھانے سے۔ اور نہ کتب خانوں یا یونیورسٹیوں سے۔ اور نہ لچر و لیچ ذہنی مشقوں سے جنکو سائنس کہتے ہیں۔ بلکہ محض ایسے سادہ اور معمولی لوگوں کی طفیل ہوسکتا ہے جیسے رکو کمبورو، ڈروجن، اور کلکووک، روس میں بروی، ہالینڈ میں، نزارینس آسٹریا میں اور کاؤنٹر فرانس میں گذرے ہیں۔ اور یہ کسی بیرونی تبدیلی سے نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی مرضی لانے کا ہتیار ہے جس نے ان کو دنیا میں بھیجا اور صرف ایسے لوگ اپنے آپ میں اور اپنی روحوں میں خدائی بادشاہت کو سمجھکر کسی بات کو آماجگاہ بنانے کے بغیر خدائی قوہ بیرونی بادشاہت قائم کرسکتے ہیں جس کے ہر ایک روح انسانی ترس رہی ہے۔ ان بلاؤں سے مخلصی محض اسیطرح ہوسکیگی جس کے واسطے کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔ دنیا کے لوگوں کو جس مصیبت سے تکلیف پہنچ رہی ہے۔ محض اس وجہ سے ہے کہ یہ عارضی طور پر اپنا مذہب چھوڑ بیٹھی ہے۔

بعض لوگوں نے مذہب اور سائنس کے مابین جو اس زمانہ کے لوگوں نے حاصل کئے میں تفاوت کا درجہ دیکھکر فیصلہ کر دیا ہے کہ بالعموم مذہب ضروری نہیں۔ لہذا یہ مذہب کے بغیر رہتے ہیں اور یہی دوسرے لوگوں سے منادی کرتے پھرتے ہیں۔ اسیطرح دوسرے لوگ بھی انکی تقلید کرنے لگ جاتے ہیں اور خالی بیرونی رسوم پر اعتقاد رکھتے ہیں جن سے انسانوں کی رہنمائی نہیں ہوسکتی۔ تاہم جو مذہب ہماری موجودہ ضروریات کو پورا کرسکتا ہے موجود ہے اور سب لوگ اس سے واقف ہیں اور عیسائی ممالک کے دلوں میں چھپا ہوا ہے اور اس کو عالم شہود میں لانے کیواسطے صرف یہ ہے کہ تعلیم یافتہ اور لوگوں کے لیڈر اس بات کو پہچانیں کہ خود سمجھیں کہ انسان کو مذہب کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر اس کی زندگی کی اصلاح نہیں ہوسکتی اور جس کا نام انہوں نے مذہب کہا ہوا ہے۔ یہ مذہب کا کام نہیں ہے۔ ریکشنٹی اور جو دی اتقہ اور لگ خالی مذہبی ضوابط وآئین کے مدعی ہیں۔ وہ دونوں خوب سمجھ جائیں کہ یہ مذہب نہیں بلکہ یہ مذہب بجائے نوع انسانی حاصل کرنے میں رکاوٹ ہیں بلکہ آدمی کی نجات کے بعض یقینی اسباب بھی ہیں کہ یہ دو کام جو ہیں جو اس کے سچا مذہب اختیار کرنے میں حائل ہوں۔ (باقی آئندہ)

استفسار اور ان کے جواب

(سلسلہ کیلئے دیکھو الحکم نمبر ۳۲ صفحہ ۹)

باقی جواب سوالات مرسلہ نواب علی خان صاحب رئیس ازکر ناٹک کشمیر

جواب (۲) وَآوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۔ ترجمہ۔ اور ہم نے مریم و مسیح کو تکلیف و مصیبت سے بچا کر ایک بلند ٹیلے پر پناہ دی جو چشمہ دار اور ان کے رہنے کے لائق تھا۔ سابق مفسروں اور مورخوں نے اس ٹیلے کو معین نہیں کیا ادھر ادھر دیکھ بھال کر آخر کار دمشق میں ہی والعلم عند اللہ کہکر چلے گئے۔

مشکل بات انسان کو ہمیشہ قلق و اضطراب میں رکھتی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ جو بات قرآن کریم میں نازل فرمائی گئی ہے۔ وہ ازالہ شکوک و شبہ اور وہم و گمان کو دور کرنے کی غرض سے خدا تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ دیکھو مفسرین اور مورخوں کے اقوال اور خدا تعالیٰ کی پاک کلام میں کتنا بڑا تناقض و اختلاف ہے۔ ابن اثیر اپنی تاریخ میں مفسرین کی رائے لکھتا ہے ان مریم حملت المسیح الیٰ مصر بعد ولادتہ ومعھا یوسف وھی الربوۃ التی ذکرھا اللہ تعالیٰ وقیل دمشق وقیل بیت المقدس وقیل غیر ذالک یعنی مریم علیہا السلام مسیح کو پیدائش کے بعد مع یوسف نجار مصر میں لیگئی یہی وہ ٹیلہ ہے جس کا خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے اور بعض کہتے ہیں وہ ٹیلہ دمشق ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ٹیلہ بیت المقدس ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ٹیلہ کوئی اور مقام ہے۔

مفسرین اور مورخین نے جو کچھ لکھا ہے وہ یہی کچھ ہے کسی نے کوئی مقام مقرر نہیں کیا سب نے ظنین چلائیں اور اٹکلیں لگائی ہیں مگر خدا نے ربوہ کا ذکر اس پیرایہ سے کیا ہے کہ وہ بالکل قابل اطمینان اور تسلی دہ ہے مورخین اور مفسرین نے جو اقوال لکھے ہیں انکو بغور ملاحظہ غور کرو کہ وہ کسقدر اطمینان و تسلی سے دور کرنے والے اور شکوک و شبہات بڑھانے والے ہیں پس اطمینان بخش و تسلی دہ وہی قول ہے جو خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ وَآوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ۔ اس آیت میں مسیح اور اس کی والدہ کے متعلق اور اس مقام کا حال جو کچھ بیان فرمایا گیا ہے وہ صاف ظاہر ہے

(۱) اول خداوند تعالیٰ نے مسیح اور اسکی والدہ کو ایک سخت مصیبت کے بعد ہی پناہ دامن میں لے لیا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ پر واقعہ صلیب سے پہلے کوئی ایسا سخت واقعہ نہیں گذرا جیسا کہ مسیح کو صلیب پر مارنے کیلئے یہودیوں نے کوشش کی تھی۔

(۲) اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مسیح اور اس کی والدہ کو اس واقعہ کے بعد کسی دوسرے ملک میں لے گیا اگر وہ دمشق و مصر میں دوسرے واقعہ کے بعد جاتے تو وہاں یہودی قریبی اور تکلیف دہ پہنچاتے کیونکہ وہ ان ممالک میں بکثرت موجود تھے جو دعوے مسیح کو سن کر غضبناک ہوتے تھے۔ رسولوں کا کام دعوت الی اللہ ہوتا ہے انکی زندگی صرف اسی کام پر وقف ہوتی ہے جب یہ کام پورا ہو جاتا ہے تو وہ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں وہ جہاں ہوں دعوت الی اللہ میں مشغول رہتے ہیں۔ مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کیطرف پیغمبر ہوکر آئے تھے بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں میں سے دس فرقے قبل از یں جلاوطن کئے گئے تھے اور براستہ فارس، کابل و کشمیر میں آکر آباد ہوئے تھے ان ہی دس فرقوں کیطرف مسیح علیہ السلام بھی براہ فارس کابل میں ہوتے ہوئے کشمیر میں آکر قیام پذیر ہوئے اور بنی اسرائیل کو دعوت کرتے رہے کابل کشمیر و سرحدی مقامات کے لوگ سب بنی اسرائیل ہیں اور وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اصلی باوا اجداد اپنے ملک سے جلاوطن کئے گئے تھے۔

(۳) اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ربوہ یعنے ٹیلہ کوئی عظیم الشان ہے جسمیں تھوڑا بہت انتظام موجود ہے جغرافیہ رو سے کوہ ہمالہ زمین کے سب دنیا کے پہاڑوں سے بلند ہے اور کشمیر میں کوہ ہمالہ کے اندر واقع ہے۔

(۴) اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مسیح اور اسکی والدہ نے اس ٹیلہ پر ایک ہی مقام پر تمام آخر زندگی بسر کی ہے اور اس ٹیلہ پر انکی قرار گاہ ہے۔

(۵) اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس مقام کا پانی چشمہ دار اور بکثرت ہے اور وہ مقام بہ نسبت دیگر مقامات و خیابت

۱ے ناٹک خانی تماشا مدے بڑے کھاتے میں مغربی دہریت کا جلوہ گاہ بنگاہ دکھاتے جاتے ہیں۔ ۲ے لفظ ایوا کسی سخت مصیبت کے بعد کسی کو پناہ دامن دینے میں استعمال کیا جاتا ہے

بنہ ہے۔ اور اسکا پانی صاف و خوشگوار ہے
(۶) اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مسیح اور اسکی والدہ کسی دوسرے ملک سے آکر اس مقام پر قیام پذیر ہوئے اور اسکو اپنا قرارگاہ ٹھہرایا۔
(۷) مذکورہ بالا حضرت مسیح اور اسکی والدہ کیلئے شعار الہی میں سے تھے اور خدا تعالیٰ نے اون کو یہ شعار عطا کرنے کے بعد پھر اون کی تا دم زیست سلب نہیں کیں کیونکہ یہ بات خداوند تعالیٰ کے شان سے بعید ہے ہر ایک رسول نے جب اپنے ملک سے ہجرت کی تو دوسرے مقام میں جب اوس کو پناہ ملی تو پھر وہاں سے اس کو نکالا نہیں گیا کیونکہ وہ مقام اس پیغمبر کیلئے خاص ماوی الہی ہوتا ہے مصر اور دمشق و بیت المقدس والی سب باتیں شکل میں کشمیر میں مسیح کیلئے کی تواریخ گواہ۔ قوم بنی اسرائیل خود گواہ اون کے محسوسات پھر [illegible] لوگ نام گواہ قرآن کریم گواہ۔ یوز آسف نبی نام گواہ امام الزمان مسیح الموعود و مہدی المسعود خلیفۃ اللہ علیہ السلام گواہ۔ جو شخص اتنے معتبر گواہوں کو نہ مانے اوس کا دل سیاہ۔

جواب سوم۔ بی بی مریم والدہ مسیح علیہا السلام کی قبر بھی کشمیر میں ہے مگر اس کی قبر کا نشان اب تک موجود [illegible] خداوند تعالیٰ کے نزدیک قبر مسیح کسطرح ضروری بات میں سے نہ تھا بلکہ صرف مسیح کی قبر کے نشان کا رہنا ہماری اور ان کے ہم قیاسوں پر اتمام حجت کیلئے تھا ہزاروں پیغمبر و رسول زمین میں سمائے ہیں اون کی قبروں کے نشان مٹ گئے ہیں موسیٰ علیہ السلام کی قبر اور اسمٰعیل اور صدہا انبیا و اولیا کی قبروں کے نشان نہیں ملتے۔

خداوند تعالیٰ کا قرآن کریم میں تاریخ اور جغرافیہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ انسانی ہدایت مقصود و مطلوب ہے لہذا وہ قرآن میں اسقدر پیغمبروں کا بیان کرتا ہے جسقدر پند و ارشاد سے لوگوں کے لئے مفید ہو۔ اگر قرآن میں ہر پیغمبر و رسول کی سوانح عمری و واقعات و وفات اور اون کے مکانات کا ذکر کیا جاتا تو اس کو کوئی پڑھ نہ سکتا اور اصلی مقصود و مطلب گم جاتا خیر الکلام ما قل و دل۔

جواب ۴۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج روحانی ہوا تھا۔ [illegible] تا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اکثر معتبر روات کا اسی پر اتفاق ہے حضرت امام غزالی اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں اس بات کی تائید کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ کو معراج روحانی ہوا تھا۔

جواب ۵۔ مردہ کو مالی بدنی عبادات کا ثواب بشرط خلوص نیت پہونچ سکتا ہے صدقہ و خیرات میں خلوص نیت و اقتدای نبوی شرط ہے۔ ملا لوگوں نے جو حیلے اسقاط وغیرہ کے تراشے ہوئے ہیں وہ غلط ہیں۔ قرآن کریم و نقدیات و غلہ کا قبرستان میں لیجانا اور قرآن کو حلقہ دینا وغیرہ وغیرہ طریق نبوی نہیں اور نہ صحابہ کرام کا یہ عمل تھا اور نہ ائمہ کرام و فقہا [illegible] علماء نے اس طریق کا انسداد کیا [illegible] بعض جہلائے سندھ و پنجاب کا ایجاد کیا تراشیدہ طریق ہے ملا لوگ اس کا نام حیلۃ الاسقاط و دور [illegible] رکھتے ہیں یہ رسوم سب غلط ہیں انکی کوئی سند قرآن کریم و احادیث نبویہ اور فقہ کی کتابوں میں نہیں ہے جو لوگ ایسے کام کرتے ہیں وہ سخت خطا کار ہیں مردہ کیلئے خلوص دل سے دعا کرنا اس کا جنازہ پڑھنا۔ اس کیلئے روزہ رکھنا اس کیلئے حج کرنا اوس کیطرف سے مساکین و یتامیٰ کو نقد و غلہ دینا۔ کنواں تالاب مسجد بنوانا کار ثواب میں داخل ہے ان اشیاء کا اوس کو ثواب پہونچ سکتا ہے قرآن کریم و احادیث نبویہ سے ثابت ہے مگر خواہ مخواہ لوگوں کو دکھلاوے کیلئے اور نمود و نمایش کی غرض سے مردہ کے پیچھے قبرستان میں غلہ و نقدیات و قرآن کریم کو لیجانے سے حبط اعمال کا اندیشہ ہے یہ کام کبھی نہ کرنا چاہئے اگر قبرستان میں نہیں مردہ کے پاس جاکر صدقہ و خیرات تقسیم کریں قبور جات مخترعہ [illegible] بغیر [illegible] یا خیرات مستحقین میں تقسیم کرنا چاہئے۔

(۶) تعویذ [illegible] کیلئے [illegible] قسم کا [illegible] محسوس ہوتا ہے احادیث صحیحہ میں اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ہمارے حضرت اقدس امام الہمام نے کبھی کسی کو تعویذ نہیں دیا۔
[illegible] دم کرنا احادیث سے ثابت ہے [illegible] صحیح بخاری میں ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلعم اذا اوی الی فراشہ نفث فی کفیہ بقل ھو اللہ احد وبالمعوذتین جمیعاً۔ ثم یمسح بہما وجہہ وما بلغت یداہ من جسدہ قالت عائشۃ فلما اشتکی کان یامرنی ان افعل ذالک بہ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلعم اپنے بستر پر لیٹتے تو ہر شب [illegible] پڑھکر اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر پھونک کر اپنے چہرہ کو اور جہاں تک آپ کے ہاتھ اپنے جسم پر پہنچتے ملتے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت کو کوئی درد ہوتا تو مجھے حکم فرماتے کہ تم مجھے دم کرو۔ [illegible] (صحیح بخاری)

شامت اعمال ما آورد ایں جنیں ما

مسلمانوں کی بدقسمتی سے انکی اصلاح کی باگ ان ہاتھوں میں لگی ہے جو کسیطرح سے بھی اس عظیم الشان کام کے اہل نہیں کہے جا سکتے اصلاح قوم کا منصب خود بخود اور ریفارمر بن جانے سے حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ چند دل خوش کن تقریروں یا تحریروں پر اس کا مدار ہے بلکہ مصلح قوم فی الحقیقت وہ ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس خاص غرض اور مقصد کیلئے مامور ہوا ہو اس کے سوا جو شخص نمود و نمائش کے خیال سے اس اہم کام کو اپنے ذمہ لیتا ہے یہی نہیں کہ وہ ناکام رہتا ہے بلکہ قوم کو بعض اوقات ایسی غلط راہ پر ڈالدیتا ہے جو اسکی ہلاکت اور تباہی کا موجب ہو جاتی ہے علاوہ بریں اصلاح قوم کی بہترین راہ ہمیشہ کو یہی ہے کہ اسکی مذہبی حالت کو درست کیا جاوے جو اخلاق۔ تمدن۔ سیاسی۔ مجلسی۔ تجارتی غرض ہر ایک قسم کی بہتری اور بھلائی کو جامع ہوتی ہے لیکن اس زمانہ میں کچھ ایسی الٹی گنگا بہنے لگی ہے کہ جڑ کو کاٹ کر اسکی شاخوں کی پرداخت کا سوال حل کیا جاتا ہے اسی قسم کی اصلاح کا خیال ایک مسلمان گریجویٹ مسٹر سجاد حیدر بی۔ اے کو پیدا ہوا ہے جنہوں نے ہندوستان ریویو کے اگست نمبر میں ایک مضمون ہمارے تعلیم یافتہ مسلمانوں کا الگ فرقہ نہیں کے نام سے شائع کرایا ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے کیا لکھا ہے اس کا بیان جاننا اس ذکر سے بہتر تھا لیکن ہم اس خیال پر کہ (یہ مضمون اسلام کے مخالفوں نے اپنے اخبارات میں لیا ہے) افسوس معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کچھ لکھا جاوے ہم اس مضمون پر انشاء اللہ بالتفصیل کبھی کچھ کہنے کی کوشش کرینگے کہ اپنے مخدوم و محسن حضرت حکیم الامت سے کچھ لکھوا لیں۔ فی الحال ہم اس کا خلاصہ دیتے ہیں۔ مسٹر سجاد حیدر صاحب لکھتے ہیں کہ سب انگریزی دان چھوٹے چھوٹے اختلافات کو چھوڑکر مفصلہ ذیل اہم امور میں باقی مسلمانوں سے اختلاف رائے رکھتے ہیں مگر اخلاقی جرأت کی کمی ہے کہ وہ انہیں علانیہ ظاہر نہیں کرتے
۱- اسلام کثرت ازدواج کو جائز نہیں رکھتا (۲) اسلام میں پردہ کی تاکید نہیں (۳) از روئے شرع معاملات تجارت میں سود لینا جائز ہے (۴) طلاق کے بارہ میں کسی حد تک احکام سخت ہونے چاہئیں (۵) قانون وراثت اور دیگر قوانین متعلقہ تمدن ناقابل ترمیم نہیں ہیں (۶) ابا اوقات رعایت قومی بالائے طاق رکھنی چاہئے (۷) قرآن کریم کی تفسیر کرنے میں علوم جدیدہ کا لحاظ رکھنا چاہئے انسانی علوم میں جو سب سے اخیر [illegible] ہوا ہے قرآن کی تفسیر کرتے وقت زیر نظر رہے۔
دیگر کئی ایک امور میں جنمیں تعلیم یافتہ اور باقی مسلمانوں میں اختلاف ہے سب کی تفصیل نہیں کیجا سکتی مثال کے طور پر قرآن اور نماز اردو میں یا ایسی زبان میں پڑھنا چاہئے جسے پڑھنے والا جانتا ہے دیکھو [illegible] صفحہ ۱۶۵۔

مسٹر سجاد حیدر ہی پہلا مسلمان نہیں جس نے مسلمانوں کی ایسی ہمدردی کرنی چاہی ہو۔ بلکہ ان سے پہلے ڈپٹی میاں شاہ دین صاحب نے اس سال کے مارچ کے نمبر میں [illegible] حیثیت مذہبی ریفارمر کے عنوان سے جو آرٹیکل لکھا ہے انہوں نے اسمیں یہی سفارش کی ہے کہ زمانہ کے تغیرات کی ضرورت نہیں اور روزہ نماز [illegible] انضباط اوقات نماز پنجگانہ اور روزہ سو سال کی ابتدائی حالت میں مناسب حال تھے اب انکی ضرورت نہیں وغیرہ وغیرہ دیکھو صفحات ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ اخیر پر وہ مسلمانوں کو ایک نہایت مفید (بخیال خویش) مشورہ دیتے ہیں کہ ان کے طریق معاشرت میں [illegible] کا رنگ ہونا چاہیے۔ ورنہ مسٹر [illegible] کا [illegible] نے بیس برس ہوئے بیان کیا تھا ہماری حالت پر صادق آئیگا کہ یہ بنی نوع انسان کی اعلیٰ درجہ کی خدمت کرنا ہے کہ ان کو اسلام کی قید سے آزاد کیا جاوے" اور قریباً اسی قسم کی بحث مسلمانوں کے مشہور اخبار ابزرور میں بھی ہو رہی ہے۔ تعجب!!!

غرضکہ

مسلمانوں کی حالت سخت ہی کچھ قابل رحم اور قابل افسوس ہو رہی ہے اور اسکی بڑی وجہ یہی ہے جو ہم نے شروع میں بیان کی ہے زمام اصلاح وہ لوگ اپنے ہاتھوں میں لینا چاہتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اس منصب پر مامور نہیں کیا یہ حالت ہے جو اندرونی طور پر مسلمانوں کی ہو رہی ہے اور اس پر بھی بعض خیال کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے سچے دین کی حمایت اور حفاظت کا باوجود وعدہ حفاظت کوئی آسمانی انتظام نہیں کیا۔ یہ انکی غلط فہمی اور قیاس بر نفس ہے خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اسلام کی حفاظت کا آسمانی انتظام فرمایا ہے اور ایک مامور کو اسی غرض کیلئے بھیجا ہے لیکن اسکو شناخت کرنا یہ خدا کے فضل پر موقوف ہے۔ ہم اسکا پتہ دیتے ہیں کیا عجب سعادت مند [illegible] فائدہ اٹھا لیں۔ وہ مامور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جو مسیح موعود ہوکر آیا ہے۔ [illegible] مسٹر سجاد حیدر اور ڈپٹی میاں شاہ دین صاحب اور سید [illegible] حسین احمد صاحب بی۔ اے کے مضامین [illegible] اٹھائیں اور مسلمانوں کی خدمت کو اس بات سے بچانے کی کوشش کریں جو ایسے مضامین سے پہونچ سکتا ہو۔ ہم ان لوگوں کی نیت پر کوئی حملہ نہیں کرتے بلکہ ہمارا خیال ہے کہ وہ اسلام کی حمایت اور مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی کیلئے کوشش کرتے ہیں لیکن وہ کیا کریں [illegible] مغربی فلسفہ اور سائنس کے اثر سے متاثر ہیں اور اسلام کے کمالات اور خوبیاں [illegible] سلسلہ موجود نہیں ہوا اور جو موجود ہے (سلسلہ احمدیہ کے امام کی تصنیفات) اوسکی طرف [illegible] خیال ہونے کی توجہ نہیں ہوتی یہ مضامین انگریزی میں شائع ہوئے ہیں [illegible] اگر ہم اپنے مکرم مسیح ریویو آف ریلیجنز کو توجہ دلائیں کہ وہ ان مضامین پر پبلک ریویو مضامین شائع کرے تو ہم حق بجانب ہیں اور کچھ عجب نہیں کہ اس کے بعد نظر یہ مضامین ہوں۔ بہرحال ہم انشاء اللہ عنقریب [illegible]

سلہ [illegible] مصر و شام میں پہلے حادثہ پر [illegible] ملی تو دوسرے حادثہ سے بچائے جانے پر ماوی کا ذکر یہاں ہے

(عهدة الامام عمر بن الخطاب)

الصادرة لصفرونيوس بطريك القدس الشريف في ۲۰ ربيع الاول سنة ۱۵ الهجرة

"بسم الله الرحمن الرحيم"

الحمد لله الذي اعزنا بالاسلام واكرمنا بالايمان ورحمنا بنبيه محمد صلى الله عليه وسلم وهدانا من الضلالة وجمعنا به بعد الشتات والف قلوبنا ونصرنا على الاعداء ومكن لنا من البلاد وجعلنا اخوانا متحابين واحمد والله عباد الله على هذه النعمة - هذا كتاب عمر بن الخطاب لعهد وميثاق اعطى الى البطرك المبجل المكرم وهو صفرونيوس بطرك الملة الملكية في طور الزيتون بمقام القدس الشريف في الاشتمال على الرعايا والقسوس والرهبان والراهبات حيث كانوا واين وجدوا ويكون عليهم الامان - وان الذمي اذا حفظ احكام الذمة وجب له الامان والصون منا نحن المؤمنين ومن يتولى بعدنا وليقطع عنهم اسباب جوائحهم بحسب ما قد جرى منهم من الطاعة والخضوع وليكن الامان عليهم وعلى كنائسهم وديارهم وكافة زياراتهم التي بايديهم داخلا وخارجا وهي القمامة وبيت لحم مولد عيسى عليه السلام كنيسة الكبراء والمغارة ذات الثلاثة ابواب قبلي وشمالي وغربي وبقية اجناس النصارى الموجودين هناك وهم الكرج والحبش والذين ياتون للزيارة من القبط والافرنج والسريان والارمن والنساطرة واليعاقبة والموارنة تابعين البطرك المذكور - ويكون متقدما عليهم لانهم اعطوا من حضرة النبي الكريم والحبيب المرسل من الله وشرفوا بختم يده الكريم وامر بالنظر اليهم والامان عليهم - كذلك نحن المؤمنين نحسن اليهم اكراما لمن احسن اليهم - وليكونوا معافين من الجزية والخفارة والمواجب ومسلمين من البلايا كافة في البر والبحر وفي دخولهم الى القمامة وبقية زياراتهم لا يوخذ منهم شي - واما الذين يقبلون الى زيارة القمامة فيودي النصراني الى البطرك درهما وثلث من الفضة وكل مومن ومومنة يحفظ ما امرنا به سلطانا كان او حاكما او والي يجري حكمه في الارض غني ام فقير من المسلمين المومنين والمومنات وقد اعطي لهم مرسومنا هذا بحضور جم الصحابة الكرام عبد الله وعثمان بن عفان وسعد بن زيد وعبد الرحمن بن عوف وبقية الاخوة الصحابة الكرام فليعتمد على ما شرحنا في كتابنا هذا ويعمل به ويبقى في يدهم - وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وآله واصحابه والحمد لله رب العالمين حسبنا الله ونعم الوكيل (في عشرين من شهر ربيع الاول سنة ۱۵ للهجرة النبوية) وكل من قرأ مرسومنا هذا من المومنين وخالفه من الآن والى يوم الدين فليكن لعهد الله ناكثا ولرسوله الحبيب مبغضا

من قاموس الادارة والقضا - نقلا عن مجموعة منشآت سلاطين وفريدون بك - (الهلال)

ترجمہ - سب حمد اس خداوند تعالے کو سزاوار ہے جس نے اسلام اور ایمان کی دولت سے ہم کو عزت دی اور سرفراز کیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے ہم پر رحم کیا اور ہم کو گمراہی سے نکالا اور پراگندگی کے بعد اکٹھا کیا اور ہمارے دلوں میں الفت ڈالدی اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری مدد کی اور ہمیں ملک میں متمکن کیا اور ہم کو آپس میں دوست کر دیا۔

اے بندگان خداوند تعالے کی اس نعمت عظمی پر اس کا شکر ادا کرو۔

یہ عہدنامہ از جانب عمر ابن خطاب ہے جو مکرم و معظم صفرونیوس بشاپ قدس شریف ساکن طور زیتون کیلئے اور رعایا اور پادریوں اور راہب مردوں اور عورتوں کیلئے لکھا گیا ہے کہ وہ جہاں مقیم ہوں ان کو ہماری طرف سے ہر قسم کے گزند و تکلیف سے مامون و محفوظ رکھنے کیلئے کوشش ہوگی اور ذمی جب احکام ذمہ یعنے عہدنامہ کی حفاظت کرے تو ہماری طرف سے اس کے مال و جان کے دشمنوں و دزدوں اور راہزنوں سے حفاظت کرنی واجب و لازم ہے ہم اور ہم سے بعد کے حاکم اس امر کے ذمہ وار ہیں - اور جب اطاعت و انقیاد ان سے ہوگی تو ان کے اسباب تکلیف قطع کئے جاوینگے اور ان پر اور ان کے گرجوں و گھروں اور زیارت گاہوں میں وہ جہاں ہوں ہر جگہ امن رہے ان کے اسباب بیمار ہیں اور زیارت گاہوں سے مراد قبر اور بیت لحم جہاں مولد عیسی علیہ السلام ہے اور تین دروازوں والا شرقی و شمالی و مغربی والا غار ہے اور باقی نصاری جو ان مقامات میں موجود ہوں اور وہ گرج اور حبشی اور قبطی اور فرنگی اور شامی اور ارمنی اور نسطوری اور یعقوبی وغیرہ اور بشاپ مذکور کے تابعدار ہیں ان پر امن مقدم ہونا چاہیے کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو امن ملا ہے اور ان کو آنحضرت کے خاص دست مبارک کی مہر عطا ہوئی ہے اور آنحضرت نے ان کیلئے الطاف اور امن کی تاکید فرمائی ہے ایسا ہی ہم بھی ان کو امن و امان میں رکھنے کے ساعی ہیں اور ان سے بھلا کرینگے اور جو ان سے بھلائی و احسان کرے ہم بھی اس کے ساتھ احسان کرینگے اور جزیہ اور مواجب ان سے معاف رہیں اور جنگلوں و دریاؤں میں بلاؤں و تکالیف سے ان کو مسلم و محفوظ رکھنے کی کوشش ہے قمامہ اور باقی زیارت گاہوں میں داخل ہونے سے ان سے کچھ نہ لیا جاوے اور جو لوگ قمامہ کی زیارت کو آویں تو نصرانی بشاپ صاحب کو ایک درہم اور تین روپیہ دیں ہر ایک مومن مرد و مومنہ عورت ہمارے اس حکم کو محفوظ رکھیں سلطان ہو یا حاکم ہو یا والی ہو نصاری کو ہماری یہ دستاویز ایک گروہ صحابہ کرام عبد اللہ و عثمان بن عفان و سعد بن زید و عبد الرحمن بن عوف اور بہت سے باقی صحابہ روبرو عطا کی گئی۔

جو کچھ ہم نے اس عہدنامہ میں تشریح کر دی ہے اس کو معتبر سمجھ کر اس پر مدام عمل کیا جاوے اور یہ عہدنامہ ان کے پاس رہے خداوند تعالے کی رحمت و سلام ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلعم اور آنحضرت کے آل و اصحاب پر نازل ہو اور حمد خداوند تعالے پروردگار جہان کو سزاوار ہے خداوند تعالی کافی اور اچھا وکیل ہے۔

(مورخہ ۲۰ ماہ ربیع الاول ۱۵ھ ہجرۃ النبویۃ)

جس مومن نے ہمارا یہ عہدنامہ پڑھکر مخالفت کی وہ خداتعالی کے عہدنامہ کا توڑنے والا اور اس کے رسول کا دشمن ٹھیرے گا۔

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

بخیال خویش خطے وارد

یسوع مسیح کے اصلی اور حقیقی مشن کے خلاف (جو صرف اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش تھا) عیسائیوں کو یہ خواہش ہمیشہ رہی ہے کہ وہ کل دنیا کو خوب پرچائیں اور ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو عیسائی بناویں عیسائی بنانے کے واسطے جن جن ترکیبوں اور تدبیروں سے کام لیا جاتا ہے ان کا بیان کرنا یہاں ضروری نہیں بہرحال اس خیال کے خبط نے بعض اوقات عیسائیت کی اشاعت کے دلدادوں کو عجیب غریب نکتہ آفرینی کا موقع دیا ہے۔

کلکتہ کے بشپ ویلڈن صاحب کی تجاویز سے ہمارے ناظرین ناواقف نہیں ہوں گے جنہوں نے گورنمنٹ کو سرکاری مدارس میں انجیل کی تعلیم لازمی کر دینے کی بیہودہ اور بدنام کن تجویز بتائی تھی اور ایسا ہی ناظرین الحکم کو یاد ہوگا کہ ہمارے مشنری مزاج لیفٹننٹ گورنر سر اینڈریو فریزر [illegible] کے اس لکچر کا مفہوم معلوم ہوگا جو آپ نے ولایت جاکر ایک مجمع میں دیا تھا جس میں خوب اور وفادار ہندوستانیوں کی وفاداری کو عیسائی [illegible]

ہونے کے ساتھ یہ شرط قرار دیا تھا اور جسپر سر تعسل گریفن صاحب کو بڑی دہوم کی ہار تقریر میں انتہائی تردید کرنی پڑی تھی۔ بہرحال یہ خوش فکر لوگ ولایت میں پیدا ہوتے رہتے ہیں حال میں لارڈ واینڈ سائک صاحب نے لنڈن کے نامور اخبار ٹائمز میں برٹش گورنمنٹ کو یہ عجیب و غریب صلاح دی ہے کہ تمام ہندوستان کو عیسائی بنایا جاوے اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہندوستانیوں کی تفرقہ بازی دور ہو کر وہ سب ایک مذہبی رشتہ میں منسلک ہوجائیں گے۔ اور ہندوستانیں انگریزی راج کے استحکام کا موجب ہوں گے۔

اس پر معاصر پیسہ کا رقمطراز ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کو عیسائی مذہب کی اشاعت کی صلاح اس بنا پر دی گئی ہے کہ اس سے مختلف اقوام ہند ایک ہوجائیں گی مگر گورنمنٹ اس صلاح کو ہرگز نہیں مانے گی کیونکہ وہ ہندوستانیں ایسے مذہب کا نشوونما گوارا نہیں کرسکتی جو یہاں کے مختلف گروہوں کو ایک بنا دے ہم اس خیال پر الحکم کی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ ایک مبسوط نوٹ لکھیں گے۔

بقایاداران کی خدمت میں اطلاع

ہر ہفتہ یہ ناگوار اطلاع شائع کرتے ہوئے ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ ابھی تک خریداران الحکم میں بہت سے ایسے بزرگ موجود ہیں جن کے ذمہ نہ صرف سال رواں کا ہی چندہ واجب الادا ہے بلکہ پچھلا بقایا بھی موجود ہے

اور اگر کل بقایا کی فرد تیار کر کے پیش کیجاوے تو قوم یہ سنکر حیران ہوگی کہ دو ہزار روپیہ کے قریب بقایا موجود ہے اور یہ ایسی رقم ہے کہ اگر ساری کی ساری وصول ہوجاوے تو کارخانہ الحکم کو ایک معقول اور بیش قیمت مدد میسر آجاوے لیکن افسوس ہے کہ تحریری تقاضوں اور اخبار میں متواتر اطلاعوں کا کوئی مفید اثر ابھی ہمیں نظر نہیں آیا اس لئے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ بعد اختتام مقدمات غالباً سال نو کے آغاز میں اگر خدا تعالےٰ کو منظور ہوا۔ اور اسباب میسر آجائیں تو ہم اپنا کوئی ایجنٹ مختلف مقامات پر روانہ کریں اس کے اس سفر کی غرض جہاں بقایاداروں سے بقایا وصول کرنا ہوگی وہاں وہ الحکم کی **توسیع اشاعت** کا کام بھی کریگا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ الحکم کی توسیع اشاعت کا خیال بہت ہی سست ہو رہا ہے اگرچہ ہم خوش ہو رہے ہیں کہ قوم میں اخبار بینی کا مذاق پیدا کرنے میں الحکم کو خدا کے فضل سے پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے لیکن اس مذاق کو موثر اور مفید بنانے کیلئے الحکم کی وسعت اشاعت کی ضرورت ہے۔ اور وہ مبنی ہے ان لوگوں کی سعی پر جو الحکم کے مسلسل فوائد کا تجربہ کرچکے ہیں۔ آخر میں پھر یاد دلایا جاتا ہے کہ بقایاداران بہت جلد اپنے مطالبات کو ادا کردیں۔ کیونکہ آج کل سال کا آخری حصہ ہونے کی وجہ سے روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ ایڈیٹر و مینجر

عام خبر گردو کرماسٹر نبی بخش احمد جان کالکان کارخانہ گرگروں کو دھیانہ پنجاب دیسی کپڑے کے نمونے نئے وجدید جنتری معہ فہرست دیگر ال صفت کلکتہ کو لفف کرکے لکا کر تقسیم کرتے ہیں

کوکہ ذیل کتابیں دفتر الحکم سے ملتی ہیں

کتاب	قیمت
ازالۂ اوہام ہر دو حصہ	عہ
آریہ دہرم (رد آریہ)	۴/
ست بچن (باوا نانک صاحب کے حالات اور ویانند کے اعتراضوں کا جواب)	۱/
تقریر نماز پر اور وحدت وجود پر خط	۲/
حضرت اقدس کے تیس سالہ پرانے مضامین	
الہام۔ تناسخ۔ وید اور قرآن کے مقابلہ پر	۳/
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب	۲/
تفسیر سورۂ تبت	۲/
فیصلہ آسمانی	۳/
تشحیذ المومنین (فتویٰ کفر کا لطیف جواب)	۲/
نکات لطیفہ	۱/
شمس بازغہ (پیر گولڑوی کا رد)	عہ
سواء السبیل نمبر ۲	۱/
روح شیعہ و شیعہ (از حکیم الامۃ)	۲/
الانذار۔ جلسہ طاعون کے حالات اور تقریریں	۴/
مسلمانوں کا خدا اور اس کے حضور میں دعا	۱/
برہان الحق (رد نصاریٰ)	۳/
تفسیر القرآن پارہ اول	عہ
رپورٹ جلسہ ۱۸۹۷ء	عہ
نمونہ قرآن مجید (موافق یسرنا القرآن)	۳/
فیض احمدی	۳/
قصیدہ وضوابط الاسرار	۳/
وفات مسیح پنجابی	۲/
اصلاح النظر (رد آریہ)	۳/
دعوۃ الحق نمبر ۱ و ۲	۱/
سلک مروارید — عورتوں کیلئے ایک عمدہ رسالہ	۴/
النصح (عید ہوں کے خواص و نشانات)	۲/
انوار القرآن جلد دوم (عیسائیوں کا عجیب رد)	۴/
برکات الدعا و اصول التفسیر	۲/

پورے سیٹ کے خریدار سے صرف آٹھ روپے علاوہ محصول ڈاک لئے جاویں گے۔

المشتہر
مینیجر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور

لیڈی کرزن کی علالت ہفتہ رواں کا سب سے اہم واقعہ ہے اور اگر یہ بھی لکھدیا جاوے کہ اس علالت کی تشویش نے جنگ روس و جاپان کی دلچسپی کو پیچھے ڈالدیا۔ تو شاید مبالغہ نہ ہوگا۔ آخر تار برقیوں کے مطابق مریضہ کی حالت میں کسی قدر افاقہ ہوا ہے لیکن اتنا نہیں کہ مریضہ کی نسبت یہ کہا جاسکے کہ اب وہ خطرہ سے نکل گئیں۔ لارڈ کرزن ہر وقت مریضہ کے پاس بیٹھے رہتے ہیں۔ صرف ۲۸ ستمبر شام کو تھوڑی دیر کیلئے سیر کو باہر گئے تشویش و اضطراب کا یہ عالم ہے کہ ان کا چہرہ بیمار سے زیادہ زرد و ضعیف معلوم دیتا ہے سرکاری طور پر اعلان کردیا گیا کہ لارڈ کرزن کا سفر ہند بوجہ علالت لیڈی کرزن ملتوی ہوگیا۔ اور فی الحال انکی روانگی کی تاریخ مقرر نہیں کی جاسکتی۔

قرآنی صداقت اور عیسائیوں کی جہالت

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

ان پر ہمارا مکاشفاتی بھائی پہلے انصاف سے غور کرے پھر اہل اسلام پر منہ کھولے دیکھئے پہلی روایت انجیل متی باب ۲۲ آیت ۳۲ میں جو لکھی جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے اس کا ثبوت عہد عتیق سے عنایت فرمایئے دوسری روایت کتاب اعمال باب ۷ آیت ۲ اے بابا سنو خدائے ذوالجلال ہمارے باپ ابراہیم پر جس وقت وہ مسوپتامیہ میں تھا پیشتر اس سے کہ وہ حاران میں جا بسا ظاہر ہوا۔ قصہ مسوپتامیہ میں خداوند تعالےٰ کا حضرت ابراہیم پر ظاہر ہونا جو بیان لوقا نے نقل کیا ہے یہ بالکل سفید جھوٹ ہے تمام توریت میں اس مصنوعی قصہ کا نام و نشان نہیں اگر ہمارے مکاشفاتی بھائی کو اس قصہ کا پتہ توریت میں معلوم ہے تو نشان دے **تیسری** روایت خط دوم تمطاؤس باب ۳ آیت ۸ میں لکھا ہے کہ ینّاس اور یمبراس نے موسیٰ کا مقابلہ کیا۔ تمام توریت میں ینّاس اور یمبراس کا مقابلہ کرنا تو ایک طرف یہ دونوں نام ہی مذکور نہیں۔ **چوتھی** روایت خط یہودا آیت ۹ میں شیطان کا میکائیل فرشتے سے موسیٰ علیہ السلام کی لاش کی بابت بحث کرنا لکھا ہے۔ اس بحث کا ثبوت تمام عہد عتیق میں کہیں پایا نہیں جاتا۔ کیوں بھئی مکاشفاتی بھائی اب تو مشکل پڑی آپ تو قرآن شریف کے قصہ جات پر شبہ کیا کرتے تھے اعتراض کرتے تھے اب ان قصہ جات انجیل پر آپکی زبان کیوں بند ہو گئی دیکھئے آپ کے بزرگ پادری فنڈر صاحب آپکی مشکل کشائی کیسے کیا انصاف کے ساتھ عمدہ قاعدہ مقرر کر کے اپنی کتاب حل الاشکال مطبوعہ ۱۸۴۷ء جلد اول کے صفحہ ۵۸ سطر ۵ میں فرماتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ یہودیوں نے اپنی سب باتیں اپنی کتاب میں داخل نہیں کیں اور کئی ایک بات تواتر کی راہ سے پچھلے نبیوں کو اور حواریوں کو پہنچی ہیں اور انہوں نے ان کو اپنی کتاب میں منضبط کیا ہے چنانچہ انجیل میں یہودا کے خط آیت ۹ و ۱۴۔ آیتوں میں موسیٰ اور حنوک کی بابت ایسی باتیں مسطور ہیں جو اگلی کتابوں میں نہیں پائی جاتیں کیوں میرے مہربان مکاشفاتی بھائی اگر حضرت عزیز علیہ السلام کا قصہ پہلی کتابوں میں درج نہ ہو تو کیا حرج ہے کیونکہ پچھلے بزرگ پادری فنڈر صاحب نے قبول کر لیا ہے کہ یہودیوں نے اپنی سب باتیں اپنی کتاب میں داخل نہیں کیں۔ اور یہ بھی مان لیا ہے کہ کئی ایک بات تواتر سے پچھلے نبیوں اور حواریوں کو پہنچی ہیں اب ہو سکتا ہے کہ قصہ حضرت عزیز علیہ السلام کا یہود میں تواتر سے مشہور ہو کسی نبی کی کتاب میں بیان نہ ہوا ہو۔ یا یہودی مارے دشمن اسلام کے اپنے بزرگوں کے عقاید سے جو اکثر قلیل یہودیوں کا اعتقاد تھا کہ عزیز خدا کا بیٹا ہے جھوٹ بولکر ابد اپنے بڑوں کے دھوکہ دیتے ہوں تو جائے تعجب نہیں۔ **قولہ** دوسرا جزو تو البتہ صحیح ہے کہ تمام عیسائی یسوع مسیح کو ابن اللہ کہتے ہیں بلکہ اپنا پیارا خداوند اور نجات دہندہ مانتے ہیں صرف مانتے ہی نہیں بلکہ ہزارہا ہزار اور لاکھہا لاکھہ نے اپنی جانوں کو اسکی محبت میں محو ہو کر اس پر سے تصدق و قربان کر ڈالا **جواب** ہزارہا ہزار اور لاکھہا لاکھہ عیسائیوں کا مسیح کی محبت میں اپنی جانیں قربان کرنا یہ تو سراسر تحکم ہے۔ کیا ہزارہا ہزار اور لاکھہا لاکھہ عیسائی مسیح پر اپنی جانیں قربان کرنیوالے مسیح کی صحبت یافتہ حواریوں سے غیرت ایمانی میں کچھ زیادہ تھے دیکھو خاص حواری اول تو مسیح کو تنہا چھوڑ کر گستمنی باغ سے بھاگ ہی گئے تھے انجیل مرقس باب ۱۴ آیت ۵۰ اس پر طرہ یہ ہے اور میاں پطرس جان کے خوف سے جھوٹی قسمیں کھا کر اور مسیح پر لعنت کر کے مسیح کی نبوت یا بقول شما الوہیت سے رو گردان ہو گیا تھا کیا یہ ہزارہا ہزار اور لاکھہا لاکھہ عیسائی بقول آپ کے مسیح پر جانیں قربان کرنیوالے پطرس حواری سے بڑھے تھے افسوس آپکی عقل پر کجا مسیح کے خاص شاگرد اور صحبت یافتہ اور کجا زر سیم و دینار کے بندے عام عیسائی۔ انکا مرتبہ حواریوں سے زیادہ تصور کرنا آپ جیسوں کا اور عیسائیوں کا کام ہے **قولہ** پھر یہی معلوم ہووے انجیل جلیل میں ابن اللہ پر نہایت صاف طور سے اپنے حقیقی یسوع مسیح نے ثابت کر دیا کہ جسمیں ذرا حجت نہیں اور نہ مجال کلام ہے کہ جو حرف زبان پر لا سکیں **جواب** ابن اللہ ہونا دیگر بندگان کا خود مسیح نے اپنی زبان سے فرما دیا ہے انجیل متی باب ۵ آیت ۹ مبارک وے جو صلح کرنیوالے ہیں کیونکہ وے خدا کے فرزند کہلاویں گے۔ خدا کی فرزندی میں مسیح کی کیا خصوصیت ہے حضرت یعقوب خدا کا اکلوتا فرزند خروج باب ۴ آیت ۲۲۔ حضرت داؤد خدا کا پہلوٹھا بیٹا زبور ۸۹ آیت ۲۷۔ جائے انصاف ہے کہ جب اور بندے خدا کے بیٹے انجیل میں مذکور ہیں منجملہ مسیح بھی ہیں یہ اسوقت کا عام محاورہ تھا کہ اکثر بزرگان دین کو خدا کے بیٹے کا خطاب خدا کی طرف سے عطا ہوا کرتا تھا مگر یہ محاورہ قرآن نے موقوف کر دیا کیونکہ اسمیں ایک قسم کے شرک کا وہم تھا۔ **قولہ** اس مقام پر یہ بھی یاد رہے کہ مسیح یسوع ابن اللہ محمد صاحب کے معنوں کے موافق نہیں کیونکہ وے تو اسکی اصل ماہیت کو نہیں سمجھے اور نہ انہیں سمجھنے کا مادہ ہی تھا صرف مجازی معنے سمجھ کر خاتمہ بالخیر کر دیا۔ جیسا کہ ہم گذشتہ بیانات میں ذکر کر آئے ہیں اصلی اور حقیقی معنے ان کے خیال شریف میں نہیں آئے ہیں اس لئے میرے قرآنی بھائیو سنا کہ یسوع ابن اللہ کے حقیقی معنے سمجھو تاکہ تمہاری ضمیر میں ضلالت کو چھوڑ کر روشنی میں شادمان ہوں۔ **جواب** اس مقام پر یہ بھی یاد رہے کہ مسیح ابن اللہ حقیقی معنوں سے نہیں ہے حقیقی فرزند اپنے باپ کے نطفے سے پیدا ہوتا ہے اس بات کو عیسائی بھی نہیں مانتے ہاں مجازی فرزند عام بندگان خدا کی طرح جن کا بائیبل میں جا بجا ذکر مذکور ہے مسیح بھی ہوں گے اور عیسائی بے سمجھے اس خدا کے عاجز بندے مسیح ابن مریم کو ناحق خدا بنا رہے ہیں کیا عیسائیوں نے انجیل میں نہیں پڑھا کہ مخالفین کے منہ پر تھوکا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا گستاخی کی اے عیسائیو تم و نماز کیا تو خدا اگر خشبوں میں نہیں آثار دیا جاتا۔ لفظ کلمتوں باب ۲۷ آیت ۴۶ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ یعنے اے میرے خدا اے میرے خدا کیوں مجھے اکیلا چھوڑا یہ کلمات کہتے مسیح چلاتے دار فانی سے بموجب عقیدہ عیسائیوں کے مسیح کوچ کر گئے۔ دیکھ عیسائی حزقیل باب ۲۸ آیت ۹ کی عبارت پڑھ کر مسیح کی فرضی خدائی سے جلدی توبہ کریں اور وہ یہ ہے کیا تو اس کے آگے جو تجھے قتل کریگا پھر کہیگا کہ میں الٰہ ہوں لیکن تو اپنے قتل کرنیوالے کے ہاتھ میں الٰہ نہیں بلکہ انسان ٹھہریگا پس اس آیت کے بموجب مسیح یہود اپنے قاتلوں کے سامنے دعوے خدائی کر سکتے ہیں نہیں ہرگز نہیں جب مسیح اپنے قاتلان یہودوں کا خدا ثابت نہ ہوا تو مسیح کی خدائی کا قائل ہونا عیسائیوں کا یہود کی نظر میں ذلیل ہوتا ہے۔ **قولہ** دیکھو محمد صاحب نے اپنی سمجھ کی غول و صفائی بیان تک ہی نہیں دکھلائی بلکہ الزام کی طغیانی کو حد درجہ تک پہنچا دیا جیسا کہ اس قرآنی آیت سے واضح ہو رہا ہے

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۝

ترجمہ بنا لیا انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو رب اپنا سوائے اللہ کے اور مسیح بیٹے مریم کو اور حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک معبود کی۔ لاریب فیہ یہ الزام تو محمد صاحب کا بالکل بے موقع ہے اور عناد قلیل ظاہر کیونکہ یہودی اور عیسائی اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنا پروردگار ہرگز نہیں مانتے تھے بلکہ وے تو اپنے سچے معبود کی بندگی اور عبادت بجالاتے تھے۔ **جواب** تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی مطبوعہ استنبول جلد چوتھی کے صفحہ ۴۳۲ میں اس آیت کی شرح میں لکھا ہے کہ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ ارباب سے مراد نہیں کہ یہود اور نصاریٰ سمجھتے تھے مولویوں اور درویشوں کی بیچ امور الٰہی کے اور نقل کیگئی ہے کہ تحقیق عدی بن حاتم نصرانی پس آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور پیغمبر خدا اسوقت تلاوت کر رہے تھے ... الخ ... جب پہنچے اس آیت تک تو کہا عدی بن حاتم نے پیغمبر علیہ السلام سے کہ نہ تھے ہم پرستش کرتے انکی یعنے اپنے عالموں اور درویشوں کی۔ پس فرمایا حضرت نے اے عدی کیا نہیں حرام کرتے تھے تم اس چیز کو کہ حلال کیا ہے اللہ نے اس کو پس تھے تم جانتے تھے تم بھی اس کو اور حلال کرتے تھے تم اس چیز کو کہ حرام کیا ہے اللہ نے پس حلال جانتے تھے تم بھی اس کو پس کہا عدی نے ہاں پس فرمایا پیغمبر علیہ السلام نے یہی پرستش انکی ۱۰ اب ہم اس حدیث شریف کی تصدیق کیلئے علماء نصاریٰ کا خدا کے حرام کردہ کو حلال قرار دینا بیان کرتے ہیں دیکھئے کتاب احبار باب ۱۱ آیت ۷ میں بحکم خداوند تعالیٰ سور کا قطعی حرام ہونا یوں بیان ہوا ہے کہ سور کہ اس کا کھر چرا ہوا ہے پر وہ جگالی نہیں کرتا وہ بھی ناپاک ہے تمہارے لئے تم ان کے گوشت میں سے کچھ مت کھائیو اور نہ انکی لاشوں کو چھونا کیونکہ یہ ناپاک ہیں تمہارے لئے۔ اور کتاب استثنا باب ۱۴ آیت ۸۔ اور کتاب یسعیاہ باب ۶۵ آیت ۴ و کتاب ایضاً باب ۶۶ آیت ۱۷ میں بھی سور کا حرام ہونا مذکور ہے۔ اب اس حرام خداوندی کو بلا دلیل علماء نصاریٰ نے حلال کر دیا۔ دیکھو پادری عماد الدین کی کتاب تنقید خیالات مطبوعہ آفتاب پنجاب کے صفحہ ۱۰ سطر ۱۴ میں لکھا ہے کہ سور کا گوشت نہ حرام ہے نہ نجس بلکہ جیسے بکری بھیڑ کا گوشت پاک ہے ایسے ہی وہ بھی ایک گوشت ہے جس کا جی چاہے کھاوے جس کا دل چاہے نہ کھاوے کیوں میرے مکاشفاتی بھائی حرام و حلال کی حدیں مقرر کرنا اور ہدایت بندگان کیلئے قانون شرعی اپنے انبیاء پاک کی معرفت تجویز کرنا یہ منصب خداوند تعالیٰ ہی کی ذات پاک کا خاصہ ہے۔ خدائی منصب میں کسی بشر کا دخل دینا اور اس دخل کو عام بندگان کا منظور کرنا گویا اس دخل دہندہ کو

دفتر کو خدا ٹھہرانا ہے اور یہی سنت ہے۔ آیت شریف مذکورہ بالا کا جواب میں مکاشفات بہائی اور دیگر عیسائیوں سے دریافت کرتا ہوں کہ سور کا حرام ہونا کلام الٰہی سے ثابت ہے اور کسی چیز کا حرام یا حلال ٹھہرانا یہ منصب اور کام خداوند تعالیٰ کا ہے۔ پادری عماد الدین نے منصب اور کام خداوندی میں دخل دیکر محض اپنے دل کے چاؤ سے خدا کے حرام کردہ اور نجس جانور سور کو حلال اور پاک مثل بھیڑ بکری کے ٹھہرا کر بیشک خدائی ہمسری کا دعوےٰ کیا اور اس پر عیسائیوں کا سکوت کرنا اور سور کو پادری عماد الدین کے کہنے بموجب حلال اور پاک جاننا لاریب فیہ اربابا من دون اللہ کا مصداق بنتا ہو کیا عیسائیوں نے پادری عماد الدین پر کبھی سوال کیا کہ اے پادری عماد الدین تم تو خداوند تعالیٰ کے حرام کردہ سور کو حلال جو بنایا ہے تمہارے پاس کیا دلیل ہے کیا حضرت عیسیٰ نے کہیں انجیل میں سور کو حلال ٹھہرایا ہے یا حواریوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اسکا جواب پادری عماد الدین سوائے سکوت کے کچھ نہیں دے سکتا کیونکہ بیان ہوا ہے عیسائیوں نے فرقیس رسول بیٹے خط اول قرنتیون باب ۱۰ آیت ۲۵ میں فرماتے ہیں کہ جو کچھ قصابوں کی دوکانوں میں بکتا ہے سو کھاؤ۔ کیا پادری عماد الدین یہ ثابت کر سکتا ہے۔ زمانہ حواریوں میں ملک کنعان میں قصابوں کی دوکانوں پر عام سور کا گوشت فروخت ہوتا تھا ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اب پادری عماد الدین کی نئی شریعت خود ساختہ یعنے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ خنزیر کو حلال ٹھہرانا اور دیگر عیسائیوں کا اوس دلیل پادری عماد الدین کی تقلید کرنا بیشک قرآن دعوے کی تصدیق کرتا ہے۔ قولہ بلاشک یہ تو محمد صاحب کا صرف ایک محض الزام ہو تاکہ کسی نہ کسی طرح سے ان پر جہاد کا حکم جاری کیا جاوے کیونکہ اوائل اسلام میں اہل کتاب پر جہاد دھونڈھ رکھا گیا تھا اب چونکہ مخالفت کا بازار گرم ہو گیا تھا اس لئے کسی نہ کسی بہانہ سے دل بے قرار کو قتل کے ذریعہ ٹھنڈا کیا چاہتے ہیں اور نئے نئے الزام لگاکر متہم کر دیتے ہیں کہ وہ دینی شریعت سے برگشتہ ہیں اور اپنے عالموں اور درویشوں کو پروردگار ٹھہراتے ہیں۔

جواب۔ اے میرے مکاشفات بہائی اسلام پر جہاد کا الزام لگانے سے پہلے حضرت یشوع بن نون اور حضرت داؤد علیہم السلام کی لڑائیوں پر نظر کی ہوتی خیر اب آپکے اس اعتراض کا جواب دیتا ہوں کہ اوائل اسلام میں اہل کتاب پر جہاد جائز نہ کیا گیا تھا اب چونکہ مخالفت کا بازار گرم ہوگیا تھا اس لیئے کسی نہ کسی بہانہ سے دل بے قرار کو قتل کے ذریعہ سے ٹھنڈا کیا چاہتے ہیں۔

حضرت متی آپ کے فرضی خدا یسوع اول میں تو یہودیوں کو کہتے سنکر مبارک ہیں جو صلح کرنیوالے ہیں کیونکہ وے خدا کے فرزند کہلاوینگے۔ متی ۵-۹ جب مخالفت کا بازار گرم ہو گیا تو یسوع کا حکم صادر ہونے لگا کہ یہ مت خیال کرو کہ میں زمین پر صلح کرنے آیا صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں۔ متی ۱۰-۳۴ تلوار چلانے کا شوق یہاں تک آپکے فرضی خدا کا دامنگیر ہو گیا تھا جو اس عشق میں بے تاب ہو کر یوں کہتے کہ جس پاس نہیں اپنے کپڑے فروخت کرکے تلوار خرید لے۔ انجیل لوقا ۲۲-۳۶ پھر یہی نہیں کہ تلوار ہی خرید کر خاموش ہو رہتے ہوں بلکہ فرماتے ہیں کہ لیکن میرے ان دشمنوں کو جنہوں نے نہ چاہا کہ میں ان پر بادشاہی کروں یہاں لاؤ اور میرے سامنے قتل کرو انجیل لوقا ۱۹-۲۷ افسوس مسئلہ جہاد سنت انبیاء قدیم ہے مسیح کو کامیابی حاصل نہ ہوئی کیونکہ جو لوگ آپکے ہمراہ ہوتے تھے وہ مفلس بودے اور کم حوصلہ اور حب دنیا میں غرقاب اور ایمانی حالت میں بالکل کمزور لاچار مسیح زحمت ہی دل میں لیکر دار فانی سے کوچ کر گیا گو مسئلہ جہاد کو آپکی دست سے پورا نہ کیا مگر اسمیں ظلم کی آمیزش زیادہ ہو گئی اس پر چند نظیریں دیکر ہم اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں

پہلی نظیر تواریخ کلیسیا حصہ سوم باب اول صفحہ ۱۵ سطر چار ۳۲ میں لکھا ہے کہ قدیم شارلمین کی فوجوں نے سیکسن بابر کے جنگلی آگرین کو فتح کرکے زبردستی انکی بت پرستی چھوڑا کر عیسائی کیا۔ **دوم** کتاب کشف الآثار فی قصص انبیاء بنی اسرائیل تصنیف پادری مرتب مطبوعہ صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے کہ علماء مجلس رومن کاتھولک نے اپنے اجلاس میں حکم دیا کہ یہودیوں کی اولاد اون کے والدین سے چھین کر دین مسیحی میں تربیت کریں اور اسی مجلس سے یہ قانون بھی مقرر ہوا کہ کوئی عیسائی کسی یہودی کے ساتھ کچھ کھانے اور ان سے معاملہ نہ رکھے۔ **سوم** اسی کتاب مذکور کے صفحہ ۴۸ میں لکھا ہے کہ اسلامبول مستقل میں جب وہاں عیسائی سلطنت تھی یہودیوں کے ساتھ تین شرطیں باندھی گئیں پہلے یہ کہ عیسائی دین کو قبول کریں دوسرے یہ کہ اگر دین قبول نہ کریں تو قید ہوں۔ تیسرے کہ اگر یہ دو شرطیں نہ قبول کریں تو ولایت سے نکل جائیں۔ **چہارم**۔ ملکہ الزبتھ کے وقت میں پروٹسٹنٹ لوگ غالب آئے تو انہوں نے ۱۵۹۲ء میں پروٹسٹنٹ بنانیکیلئے شکنجہ۔ پھانسی جلد اتارنا۔ گھر سے گھر سے گرانا۔ اسطرح ظالمانہ طریق سے کیتھولک والوں کو پروٹسٹنٹ بنایا۔ انگلستان میں لائیکا اور سخت بیرحمی سے مارڈالا اور ظلم جو ہوئے ہیں انکا مفصل بیان دیکھو کلیسیا کی ہسٹری جلد ۳ صفحہ ۱۴۳ سے ۱۶۴ تک دیکھنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔

مسکین الدین

مذاہب عالم

دیانۃ سکان نیوزیلانڈ الجدیدۃ

یعنے نو دریافت شدہ زیلانڈ کے باشندوں کے اعتقادات

جدید زیلانڈ مشرق آسٹریلیا و تسمانیا سے جنوب کی طرف ایک بڑا جزیرہ ہے جس کو سنہ ۱۶۴۲ء میں مسمی تسمان باشندہ آسٹریلیا نے دریافت کیا تھا اور پھر سنہ ۱۷۶۹ء میں مسٹر کک اس جزیرہ میں وارد ہوا اور ایک سال رہ کر وہاں کے باشندوں کے اخلاق و عادات وغیرہ سے واقفیت پیدا کی اس باب میں اس نے ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی ہے۔

باشندگان جدید زیلانڈ ماوری کہتے ہیں وہ لوگ اپنے زندہ اور مردہ رؤسا و گروہ امرا کی بڑی پرستش کرتے ہیں اور ان سے ہی طلب حاجات کرتے اور امداد چاہتے ہیں۔

مسمی ہنگی ہنگو ایک بڑے کاہن باشندہ زیلانڈ نے ایک انگریز سے کہا کہ تم مجھے خاکی معمولی انسان نہ گمان کرو میں تو آسمان سے آیا ہوں میرے باپ دادا آسمان میں ہی رہتے ہیں اور میں بھی وہاں ہی جاؤنگا۔ اون کا اعتقاد ہے کہ ہمارا پہلا جد امجد مسمی ماوی ہے اور اسی نے ہمارے جزیرہ کو سمندر سے نکالا ہے اور وہ اس جزیرہ میں آباد ہوا اور ہم اسکی اولاد میں اون کا اعتقاد ہے کہ ہمارے باپ دادوں کے ارواح پرندوں کے اجسام میں ہو کر زمین پر آیا کرتے ہیں۔

وہ جملہ موجودات مافوق الطبیعہ کو لفظ اتوا سے تعبیر کرتے ہیں اور اپنے بزرگوں کی ارواح کو بھی اتوا ہی کہتے ہیں

بعض سیاحوں نے زیلانڈیوں کے واہی تباہی اعتقادات بیان کئے ہیں جو بعض امور میں یونانیوں سے مشابہ ہیں۔ زیلانڈیوں کا اعتقاد ہے کہ رانگی اور پاپا یعنی آسمان و زمین نے اول چند دیوتے پیدا کئے ہیں ان سے زیادہ جو دیوتے مشہور و معروف ہیں دو امور طبیعیہ ہیں۔ اول دیوتا آدمیوں اور جنگلوں کا ہو دوسرا دیوتا رزق یا گوشت وغیرہ مہیا کرتا ہو تیسرا دیوتا اہلی جانوروں کا خالق ہو چوتھا دیوتا ہواؤں و آندھیوں و بادلوں کا خالق ہو پانچواں دیوتا گوشت وغیرہ کے اسباب رزق مہیا کر دینے کا خالق ہے چھٹا دیوتا ہوام ارضی و پرند سماوی کا خالق ہے۔ ان کا گمان ہے کہ ابتداء زمین و آسمان متصل و متحد تھے یعنے باہم ملے ہوئے تھے۔ دیوتاؤں میں تنازع ہو گیا اس لئے زمین و آسمان جدا ہو گئے۔

زیلانڈیوں کا اعتقاد ہے کہ ارواح جسم سے الگ ہونے کے بعد مقام رانگی یعنے فضا اور رنگا یعنی سمندر میں۔ ان کا خیال ہے کہ باطنی بیماریوں و امراض کے باعث جادوگر ہوتے ہیں اور وہ تعویذات و جھاڑ پھونک سے دفع ہو جاتی ہیں

ان کا اعتقاد ہے کہ انسان کو زندگی میں ہی گناہ کی سزا مل جاتی ہے اور یہ عذاب انکو دیوتے دیا کرتے ہیں۔

اہل زیلانڈ حکام و کاہنوں کی بیحد تعظیم و تکریم کرتے ہیں اکثر کاہن منصب قضا و انصاف پر ہوتے ہیں۔ کاہن کے منصبی کام یہ ہیں۔ اول قوانین تابو یعنے لوگوں کو حلال و حرام بتانے اور بیماروں کو شفا دینے اور خاندانوں اور عبادات وغیرہ میں حاضر ہو اور بچوں کو تعلیم و تربیت کرے اور موقعہ جنگ پر مشورہ دے اور شگون و فال بتانے اور مردوں کو بلانا مسٹر کک کہتا ہے کہ اہل زیلانڈ مردہ کو دفن نہیں کرتے بلکہ دریا میں پھینک دیتے ہیں اور حکام و کاہنوں کی لاشوں کو چوبی چارپائی میں لپیٹ کر صندوق میں ڈالدیتے اور ایک طرف سے اسکو سوراخ رکھتے اور صندوق کو کسی درخت پر لٹکا دیتے ہیں۔

موجودہ اقوام جو بعض جزائر میں اپنے امراء و رؤسا کی پرستش کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے انکی ہدایت کیلئے رسول مبعوث ہو چکے ہیں اور جو عظمت انبیاء کی ان لوگوں کے دلوں میں مرسلوں کے ذریعہ مرکوز تھی بتعداد زمانہ کے باعث وہ دلوں سے مفقود ہو گئی اور اسکی جگہ محض امراء و رؤسا و علماء کی عظمت نے گھر بنالیا۔ دیکھو حضرت مسیح علیہ السلام یہود و مرسل الٰہی تھے وہ عظمت و توحید ایزدی کو دلوں میں قائم کرنے کیلئے آئے تھے اب نصاری کے دلوں میں بجائے توحید کے مسیح کی عظمت نے یہاں تک گھیر لیا ہے کہ اسکو ان نادان دوستوں نے ابن خدا بلکہ خدائی کا لقب دیدیا۔

الغرض ہم نے زمین کے جس قطعہ کے لوگوں کا احوال معلوم کیا اون سے قرآن مجید کی آیت ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر کی تصدیق ہوتی ہے یعنی ہر ایک گروہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور و مرسل ہوتے رہے ہیں۔

(اسسٹنٹ ایڈیٹر)

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

تو کوئی نظیر اور فیصلہ موجود نہ تھا لیکن انکے سامنے تو دوبارہ آنیکا مقدمہ فیصل شدہ موجود ہے جو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عدالت سے فیصل ہو چکا ہے۔ انہوں نے تاویل کرکے بتا دیا تھا کہ دوبارہ آنے والے شخص سے مراد وہی نہیں ہوتا۔ پھر کس قدر افسوس ہے ان پر کہ یہ اس فیصلہ سے فائدہ نہیں اٹھاتے لا یلدغ المومن من جحر واحد۔ یہودیوں کو جس پتھر سے ٹھوکر لگی اور وہ لعنتی ہو گئے اسی پتھر سے یہ ٹھوکر کھاتے ہیں؟ یہودی اسوقت دنیا میں موجود ہیں انکی کتابیں موجود ہیں ان سے دریافت کر لو کیا انکا یہ عقیدہ تھا یا نہیں کہ مسیح سے پہلے الیاس آئیگا؟ اور ملاکی نبی کی کتاب میں یہ پیشگوئی درج ہے یا نہیں؟ اور پھر عیسائیوں سے پوچھو اور انجیل میں اس فیصلہ کو پڑھو جو مسیح نے خود دیا ہے۔ مومن تو دوسرے کی مصیبت سے عبرت پکڑتا ہے لیکن ان مسلمانوں نے اس سے کیا سبق سیکھا یہودی عقیدہ ہے جسکی وجہ سے یہودی واصل جہنم ہوئے اب کیا یہ بھی چاہتے ہیں؟ میں حیران ہوتا ہوں کہ ان عقلوں کو کیا ہو گیا اگر حضرت مسیح کا وہ فیصلہ جو انہوں نے الیاس کے دوبارہ آنے کے متعلق کیا ہے صحیح نہیں ہے تو پھر مجھے جواب دیں کہ حضرت مسیح سچے پیغمبر کیونکر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں تو کوئی کلام اور شبہ ہی نہیں کہ اون کے آنے سے پیشتر ایلیا کا آنا ضروری تھا اور ایلیا آسمان سے نہیں آیا پھر حضرت مسیح کیونکر سچے نبی ٹھہریں گے؟ اس عقیدہ فاسدہ سے یہی نہیں کہ یہودیوں کی طرح حضرت مسیح کی رسالت سے انکار کرنا پڑے گا۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی معاذ اللہ ہاتھ سے جاتی رہی کیونکہ آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی آمد اور بعثت حضرت مسیح کے بعد ہے اور جب ابھی تک مسیح ہی نہیں آیا تو پھر اسلام کیونکر صحیح ہوگا؟ سوچو اور غور کرو کہ تمہاری ذرا سی ٹھوکر کا اثر کہاں تک پہونچتا ہے؟ —

سنو اصل حقیقت یہی ہے اور سچا فیصلہ وہی ہے جو حضرت مسیح نے کر دیا تھا۔ اس سے منہ پھیرنا اچھا نہیں ہے۔

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

غرض

انبیاء علیہم السلام کو اپنی تبلیغ کی راہ میں بہت سی مشکلات ہوتی ہیں اور ان کے مصائب میں سے یہ بھی بڑی مصیبت ہے کہ جسقدر دیر نبی کی کامیابی میں ہوگی اسی قدر رنج و غم اسکا پڑیگا۔ ہم ان مشکلات سے الگ نہیں ہو سکتے کیونکہ خدا تعالےٰ نے اس سلسلہ کو بھی منہاج نبوۃ پر قائم کیا ہے۔

اپنی جماعت سے خطاب

ہماری جماعت کے لئے بھی اسی قسم کے مشکلات ہیں جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت مسلمانوں کو پیش آئے تھے چنانچہ نئی اور سب سے پہلی مصیبت تو یہی ہے کہ جب کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہوتا ہے تو معاً دوست رشتہ دار اور برادری الگ ہو جاتی ہے یہانتک کہ بعض اوقات ماں۔ باپ اور بھائی۔ بہن بھی دشمن ہو جاتے ہیں۔ السلام علیکم کے بھی روادار نہیں رہتے۔ اور جنازہ پڑھنا نہیں چاہتے اس قسم کے بہت سے مشکلات پیش آتے ہیں میں جانتا ہوں کہ بعض کمزور طبیعت کے آدمی بھی ہوتے ہیں اور ایسی مشکلات پر وہ گھبرا جاتے ہیں لیکن یاد رکھو! کہ اس قسم کی مشکلات کا آنا ضروری ہے۔ تم انبیاء و رسل سے زیادہ نہیں ہو جن پر اس قسم کے مشکلات اور مصائب آئیں۔ اور یہ اسی لئے آتی ہیں کہ خدا تعالےٰ پر ایمان قوی ہو اور پاک تبدیلی کا موقعہ ملے دعاؤں میں لگے رہو۔ پس یہ ضروری ہے کہ تم انبیاء و رسل کی پیروی کرو اور صبر کے طریق کو اختیار کرو۔ تمہارا کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا وہ دوست جو تمہیں قبول حق کی وجہ سے چھوڑتا ہے وہ سچا دوست نہیں ہے ورنہ چاہئے تھا کہ تمہارے ساتھ ہوتا۔ تمہیں چاہئے کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالےٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ ان سے دنگہ یا فساد مت کرو بلکہ اون کے لئے

غائبانہ دعا کرو

کہ اللہ تعالےٰ اون کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے۔ دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سنکر بھی صبر کرو بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص بڑے جوش کے ساتھ مخالفت کرتا ہے اور مخالفت میں وہ طریق اختیار کرتا ہے جو مفسدانہ طریق ہو جس سے سننے والوں میں اشتعال کی تحریک ہو لیکن جب سامنے سے نرم جواب ملتا ہے اور گالیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاتا تو خود اسے شرم آجاتی ہے اور وہ اپنی حرکت پر نادم اور پشیمان ہونے لگتا ہے میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ صبر کو ہاتھ سے نہ دو صبر کا ہتھیار ایسا ہے کہ توپوں سے وہ کام نہیں نکلتا جو صبر سے نکلتا ہے صبر ہی ہے جو دلوں کو فتح کر لیتا ہے۔

یقیناً یاد رکھو کہ مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں یہ سنتا ہوں کہ فلاں شخص اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے اس طریق کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا اور خدا تعالےٰ بھی نہیں چاہتا کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھہرے گی وہ ایسی راہ اختیار کرے جو تقویٰ کی راہ نہیں ہے۔ بلکہ میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ یہانتک اس امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس جماعت میں ہو کر صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا تو وہ یاد رکھے کہ وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے۔ نہایت کار اشتعال اور جوش کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں۔ تو اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو۔ تم اسکا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ تم ان گالیوں کو سن کر بھی صبر اور برداشت سے کام لو۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ میں ان لوگوں سے کسقدر گالیاں سنتا ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گندی گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آتے ہیں اور کھلے کارڈوں میں گالیاں دی جاتی ہیں بیرنگ خطوط آتے ہیں جنکا محصول بھی دینا پڑتا ہے اور پھر جب پڑھتے ہیں تو گالیوں کا طومار ہوتا ہے ایسی فحش گالیاں ہوتی ہیں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ کسی پیغمبر کو بھی ایسی گالیاں نہیں دی گئی ہیں اور میں اعتبار نہیں کرتا کہ ابوجہل میں بھی ایسی گالیوں کا مادہ ہو لیکن یہ سب کچھ سننا پڑتا ہے۔ جب میں صبر کرتا ہوں تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی صبر کرو۔ درخت سے بڑھکر تو شاخ نہیں ہوتی۔ تم دیکھو کہ یہ کب تک گالیاں دیں گے آخر یہی تھک کر رہ جائینگے۔ ان کی گالیاں انکی شرارتیں اور منصوبے مجھے ہرگز نہیں تھکا سکتے۔ اگر میں خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو بیشک میں ان کی گالیوں سے ڈر جاتا لیکن میں یقیناً جانتا ہوں کہ مجھے خدا نے مامور کیا ہے۔ پھر میں ایسی خفیف باتوں کی کب پروا کر سکتا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم خود غور کرو کہ ان کی گالیوں نے کس کو نقصان پہونچایا ہے انکو یا مجھے؟ انکی جماعت گھٹی ہے اور میری بڑھی ہے۔ اگر یہ گالیاں کوئی روک پیدا کر سکتی ہیں تو دو لاکھ سے زیادہ جماعت کس طرح پیدا ہو گئی۔ یہ لوگ ان میں سے ہی آئے ہیں یا کہیں اور سے انہوں نے مجھ پر کفر کے فتوے لگائے لیکن اس فتویٰ کفر کی کیا تاثیر ہوئی؟ جماعت بڑھی اگر یہ سلسلہ منصوبہ بازی سے چلایا گیا ہوتا۔ تو ضرور تھا کہ اس فتویٰ کا اثر ہوتا اور میری راہ میں وہ فتویٰ کفر بڑی بھاری روک پیدا کر دیتا۔ لیکن جو بات خدا تعالےٰ کی طرف سے ہو انسان کا مقدور نہیں ہے کہ اسے پامال کر سکے۔ جو منصوبے میرے مخالف کئے جاتے ہیں مجھے ان کرنے والوں کو حسرت ہی ہوتی ہے۔

میں کھولکر کہتا ہوں کہ یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں ایک عظیم الشان دریا کے سامنے جو اپنے پورے زور سے آرہا ہے اپنا ہاتھ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اس سے رک جاوے مگر اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ وہ رک نہیں سکتا۔

یہ ان گالیوں سے روکنا چاہتے ہیں مگر یاد رکھو کبھی نہیں رکے گا۔ کیا شریف آدمیوں کا کام ہے کہ گالیاں دیں۔ میں ان مسلمانوں پر افسوس کرتا ہوں کہ یہ کس قسم کے مسلمان ہیں جو ایسی بیباکی سے زبان کھولتے ہیں میں اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایسی گندی گالیاں میں نے تو کبھی کسی چوہڑے چمار سے بھی نہیں سنی ہیں۔ جو ان مسلمان کہلانے والوں سے سنی ہیں۔

ولنعم ما قیل

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
(ایڈیٹر)

ان گالیوں میں یہ لوگ اپنی حالت کا اظہار کرتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ وہ فاسق فاجر ہیں خدا تعالےٰ ان کی آنکھیں کھولے اور ان پر رحم کرے۔ (آمین)

ایسے گالیاں دینے والے خواہ ایک کروڑ ہوں خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے یہ جانتے ہیں کہ ایک پیسہ کا کارڈ ہی ضائع ہوگا مگر نہیں جانتے کہ اس پیسہ کے نقصان کے ساتھ نامۂ اعمال بھی سیاہ ہو جائے گا پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ گالیاں دی کیوں جاتی ہیں کیا صرف اس لئے کہ میں کہتا ہوں قرآن شریف کو نہ چھوڑو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نہ کرو۔

غضب کی بات ہے کہ قرآن شریف میں لکھا ہو کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور پھر زمین پر نہیں آئیں گے مگر یہ ماننے میں نہیں آتے اور اس عقیدہ مخالف قرآن شریف پر اڑتے ہیں۔

اگر میں نہ آیا ہوتا اور خدا تعالےٰ نے ایک سلسلہ قائم نہ کیا ہوتا تو یہ جو کچھ چاہتے کرتے کیونکہ انکو بیدار کرنے والا اور آگاہ کرنے والا اون میں موجود نہ تھا لیکن اب جب کہ خدا تعالےٰ نے مجھے مامور کرکے بھیجا ہے اور میں وہی ہوں جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حَکَم قرار دیا ہے تو پھر میرے فیصلہ پر چون و چرا کرنا ان کا حق نہیں تھا۔ طریق تقویٰ تو یہ تھا کہ میری باتوں کو سنتے اور غور کرتے انکار کے لئے جلدی نہ کرتے میں سچ کہتا ہوں کہ میرے آنے کے بعد انکا حق نہیں ہے کہ یہ زبان کھولیں کیونکہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے آیا ہوں اور حَکَم ہو کر آیا ہوں۔

اس مقام پر پہونچکر حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز اور تقریر میں ایک خاص جلال اور شوکت تھی جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت آپکی عظمت جو آپ کے دل میں ہے معلوم ہوتی تھی۔ تقریر میں غیر معمولی زور تھا اور وہ ایک زور دریا کی طرح بہہ رہی تھی۔ پورے طور پر ہم قادر نہیں ہوسکے کہ اس حصہ کو قلمبند کر سکیں تاہم جسقدر کوشش ورزی سے ہو سکا قلمبند کیا ہے۔

(ایڈیٹر)

ابھی بہت زمانہ نہیں گذرا کہ مقلد غیر مقلدوں کی غلطیاں نکالتے اور وہ ان کی غلطیاں ظاہر کرتے اور اسطرح پر دوسرے فرقے آپس میں ندیوں کی طرح لڑتے جھگڑتے تھے ایک دوسرے کو کافر کہتے اور نجس بتاتے تھے۔ اگر کوئی تسلی کی راہ موجود تھی تو پھر اسقدر اختلاف اور تفرقہ ایک ہی قوم میں کیوں تھا! غلطیاں واقع ہو چکی تھیں اور لوگ حقیقت کی راہ سے دور جا پڑے تھے ایسے اختلاف کے وقت ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ خود فیصلہ کرتا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک حَکَم انہیں بھیج دیا۔ اب بتاؤ کہ میں نے کیا زیادتی کی ہے یا کیا قرآن شریف سے کم کر دیا ہے جو میری مخالفت کے لئے اسقدر جوش پیدا ہوا ہوا ہے۔

یہ سچ ہے کہ اس وحی کی بنا پر جو خدا تعالیٰ کی کامل اور مجید کتاب کی شرح میں ہے میں نے کہا کہ مسیح مر گیا ہے۔ لیکن اس کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے! کیوں یہ قرآن شریف کو غور سے نہیں پڑھتے کیا انکو شرم نہیں آتی ہے۔ کہ یہ مسلمان کہلاتے ہیں موحد کہلاتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء اور خیر البشر تسلیم کرتے ہیں لیکن جب وہی لفظ توفّی کا آپ پر آتا ہے تو اس کے معنے موت کرتے ہیں اور جب مسیح پر آتا ہے تو زندہ مع جسم آسمان پر اٹھائے جاتے ہیں! انکی غیرت کو کیا ہوا؟ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہتک کیوں روا رکھتے ہیں؟ کیا قرآن شریف میں

نعم هو اونتوفينك

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں آیا اور وہی لفظ مسیح کے لئے متوفیک اور فلما توفیتنی میں آیا ہے۔ پھر یہ کیا ہو گیا کہ ایک جگہ کچھ اور معنے اور ایک جگہ کچھ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کمزور نبی سمجھا ہے!!! جو انہیں زمین میں دفن کرتے ہیں اور مسیح کو آسمان پر چڑھاتے ہیں!!! اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوتی تو آپ کے جلال اور شوکت کے لئے غیرت ہے تو کیوں نہیں کہتے کہ وہ بھی زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تب میں بھی سمجھ لیتا کہ یہ مسیح کی خصوصیت نہیں ٹھہراتے۔ مگر موجودہ حالت میں میرا دل گوارا نہیں کر سکتا کہ میں قرآن شریف کے ایسے معنے کروں جو خود قرآن شریف اور لغت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے خلاف ہوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک شان کا باعث ہوں۔

میں سچ کہتا ہوں کہ جس شخص نے یہ لکھا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں وہ کافر ہے۔ وہ سچ کہتا ہے۔

اس خصوصیت کے پیدا کرنے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ ۳۰ - لاکھ مرتد ہو گیا۔

خدا کے واسطے اسقدر ظلم نہ کرو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اور رتبہ کو گھٹایا جاوے جو اس عقیدہ سے بالکل گھٹتی ہے کہ وہ تو زمین میں دفن کئے گئے اور مسیح آسمان پر اٹھایا گیا۔ مسیح ہرگز زندہ نہیں رہا۔ وہ مر گیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ یا عیسیٰ انی متوفیک اور خود مسیح نے اقرار کر لیا کہ فلما توفیتنی۔

میں پھر کہتا ہوں کہ عیسائیوں کو اعتراض کا موقع نہ دو۔ میری باتوں کو سنو اور غور سے سنو اور پھر اپنی جگہ پر جا کر سوچو!!!

حضرت اقدس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی سب سے پہلی تقریر

لاہور میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے پہلی تقریر ۱۲ - اگست ۱۸۹۲ء کو ہوئی تھی۔ نیاز مند ایڈیٹر الحکم تاریخ مذکور پر اس لئے غیر حاضر تھا کہ ۱۰ - اگست ۱۸۹۲ء کو بغرض پیروی مقدمات سے گورداسپور حاضر ہونا تھا۔ اسلئے یہ تقریر برادرم بابو محمد افضل صاحب نے قلمبند کی تھی۔ اسے بھی ہم اپنے ناظرین کے روحانی فائدہ کے لئے درج کرتے ہیں۔

(ایڈیٹر)

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے۔ اور نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد احباب کی درخواست پر آپ ایک کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ میاں فیروز الدین صاحب نے آگے بڑھ کر بیعت حاصل کی حضرت اقدس نے چند نصائح فرماتے ہوئے تقریر کا سلسلہ یوں شروع کیا۔

گناہ سے بچنے کا ذریعہ خوف ہے

دیکھو یاد رکھنے کا مقام ہے کہ بیعت کے چند الفاظ جو زبان سے کہتے ہو۔ کہ میں گناہ سے پرہیز کرونگا۔ یہی تمہارے لئے کافی نہیں ہیں اور نہ صرف انکی تکرار سے خدا راضی ہوتا ہے۔ بلکہ خدا کے نزدیک تمہاری اس وقت قدر ہوگی۔ جبکہ دلوں میں تبدیلی اور خدا کا خوف ہو۔ ورنہ ادھر بیعت کی اور جب گھر میں گئے۔ تو وہی برے خیالات اور حالات رہے۔ تو اس سے کیا فائدہ۔ یقیناً مان لو۔ کہ تمام گناہوں سے بچنے کے لئے بڑا ذریعہ خوف الٰہی ہے اگر یہ نہیں تو ہرگز ممکن نہیں۔ کہ انسان ان سب گناہوں سے بچ سکے۔ جو اوسکے صدری پر چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں۔ مگر خوف ہی ایک ایسی شے ہے کہ حیوانات کو بھی جب ہو۔ تو وہ کسی کا نقصان نہیں کر سکتے۔ مثلاً بلی جو کہ دودھ کی بڑی حریص ہے جب اسے معلوم ہو۔ کہ اس کے نزدیک جانے سے سزا ملتی ہے۔ یا پرندوں کو جب علم ہو کہ اگر یہ دانہ کھایا تو جال میں پھنسے۔ اور موت آئی۔ تو وہ اس دودھ اور دانہ کے نزدیک نہیں پھٹکتے۔ اس کی وجہ صرف خوف ہے۔ پس جبکہ لایعقل حیوان بھی خوف کے سبب سے پرہیز کرتے ہیں۔ تو انسان جو عقلمند ہے اوسکو کسقدر خوف اور پرہیز کرنا چاہئے یہ امر بہت ہی بدیہی ہے۔ کہ جس موقعہ پر انسان کو خوف پیدا ہوتا ہے۔ اس موقع پر وہ جرم کی جرأت ہرگز نہیں کرتا مثلاً طاعون زدہ گاؤں میں اگر کسی کو جانے کو کہا جاوے تو کوئی بھی جرأت کرکے نہیں جاتا۔ حتیٰ کہ اگر حکام بھی حکم دیں۔ تو بھی ترساں اور لرزاں جاوے گا اور دل پر یہ ڈر غالب ہو گا کہ کہیں مجھکو بھی طاعون نہ ہو جاوے اور وہ کوشش کرے گا کہ کسی طرح کام کو جلد پورا کرکے وہاں سے بھاگے۔ پس گناہ پر دلیری کی وجہ بھی خدا کے خوف کا دلوں میں موجود نہ ہونا۔ لیکن یہ خوف کیونکر پیدا ہو۔ اسکے لئے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے۔ جسقدر خدا کی معرفت زیادہ ہوگی اوسیقدر خوف زیادہ ہوگا ؎

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

اس امر میں اصل معرفت ہے۔ اور اس کا نتیجہ خوف ہے معرفت ایک ایسی شے ہے۔ کہ اسکے ہوتے ہوئے انسان اونٹے اونٹے کیڑوں سے بھی ڈرتا ہے۔ جیسے پسو اور مچھر کی جب معرفت ہوتی ہے تو ہر ایک ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس کیا وجہ ہے۔ کہ خدا جو قادر مطلق ہے۔ اور علیم و بصیر ہے۔ اور زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے۔ اس کے احکام کے برخلاف کرنے میں یہ اسقدر جرأت کرتا ہے۔ اگر سوچ کر دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ معرفت نہیں۔

بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ان کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا کے قہر اور اس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو بغیر اس کے یقین کامل ہرگز نہیں ہو سکتا وہ اسیوقت حاصل ہوگا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے جہاں دعا کرو۔ وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو۔ اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضا و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی رہتی جبتک خدا کی مدد ساتھ نہ ہو ہرگز رہائی نہیں ہوتی۔

نماز جو کہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے اس میں بھی یہی ارشاد ہے۔ کہ اگر وہ نفسانی جذبات اور خیالات سے اوسے محفوظ نہ رکھیگا تب تک وہ سچی نماز ہرگز نہ ہوگی نماز کے معنے ٹکریں مار لینے اور رسم اور عادت کیطور پر ادا کرنے کے ہرگز نہیں۔ نماز وہ شے ہے جسے دل بھی محسوس کرے۔ کہ روح پگھل کر خوفناک حالت میں آستانۂ الوہیت پر گر پڑے۔ جہاں تک طاقت ہے وہاں تک رقت کے پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ اور تضرع سے دعا مانگے کہ شوخی اور گناہ جو اندر نفس میں ہیں۔ وہ دور ہوں۔ اسی قسم کی نماز بابرکت ہوتی ہے اور اگر وہ اس پر استقامت اختیار کرے گا۔ تو دیکھے گا کہ رات کو یا دن کو ایک نور اسکے قلب پر گرا ہے اور نفس امارہ کی شوخی کم ہو گئی ہے۔ جیسے اژدہا میں ایک سم قاتل ہے اسی طرح نفس امارہ میں بھی سم قاتل ہوتا ہے اور جس نے اسے پیدا کیا اوسی کے پاس اس کا علاج ہے

[illegible]

کبھی یہ دعویٰ نہ کرو کہ میں پاک صاف ہوں جیسے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ فلا تزکوا انفسکم کہ تم اپنے آپ کو مزکّی مت کہو۔ وہ خود جانتا ہے کہ تم میں سے متقی کون ہے جب انسان کے نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو خدا اوسکا متولی اور متکفل ہو جاتا ہے۔

اور جیسے ماں بچہ کو گود میں پرورش کرتی ہے اسی طرح وہ خدا کی گود میں پرورش پاتا ہے اور یہی حالت ہے کہ خدا کا نور اوسکے دل پر گر کر دنیاوی اثروں کو جلا دیتا ہے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر محسوس کرتا ہے لیکن ایسی حالت میں بھی اوسکو ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہئے کہ اب یہ طاقت مجھ میں مستقل طور پر پیدا ہو گئی ہے اور کبھی ضائع نہ ہوگی جیسے دیوار پر دھوپ ہو تو اوسکے یہ معنے ہرگز نہیں ہوتے کہ یہ ہمیشہ ایسی ہی روشن رہے گی اسی پر لوگوں نے ایک مثال لکھی ہے کہ دیوار جب دھوپ سے روشن ہوئی تو اوس نے آفتاب کو کہا کہ میں بھی تیری طرح روشن ہوں۔ آفتاب نے کہا کہ رات کو جب میں نہ ہوں گا تو پھر تو کہاں سے روشنی لیگی اسی طرح انسان کو جو روشنی عطا ہوتی ہے وہ بھی مستقل نہیں ہوتی بلکہ عارضی ہوتی ہے اور ہمیشہ اوسے اپنے ساتھ رکھنے کے لئے استغفار کی ضرورت ہے انبیاء جو استغفار کرتے ہیں اوسکی بھی یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور انکو خطرہ لگا رہتا ہے کہ نور کی جو چادر ہمیں عطا کی گئی ہے ایسا نہ کہ وہ چھین جاوے نادان لوگ لاعلمی کی وجہ سے یہ کہتے ہیں اور فخر کرتے ہیں کہ مسیح استغفار نہ کرتا تھا حالانکہ یہ بات کسی قسم کے نازکی نہیں بلکہ رونے اور افسوس کرنے کی ہے اگر وہ استغفار نہ کرتا تھا تو گویا اوس نور سے بالکل محروم تھا جو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کو عطا کیا کرتا ہے کوئی نبی جسقدر زیادہ استغفار کرنیوالا ثابت ہوگا اوسیقدر اوسکا درجہ بڑا اور بلند ہوگا لیکن جسکو یہ حالت حاصل نہیں تو وہ خطرہ میں ہے اور ممکن ہے کہ کسی وقت اس سے وہ چادر حفاظت کی چھین لی جاوے کیونکہ نبیوں کو بھی وہ مستعار طور پر ملتی ہے۔ اور وہ پھر استغفار کے ذریعہ اسے دائمی طور پر رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اصل انوار تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

ادر نبی ہو یا کوئی اور سب حضرات انہیں حاصل کرتے ہیں سچے نبی کی یہی علامت ہے کہ وہ اوس شئی کی حفاظت بذریعہ استغفار کے کرے۔ استغفار کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ موجودہ نور جو خدا سے حاصل ہوا ہے وہ محفوظ رہے ۔اور زیادہ اور ملے اسی کی تحصیل کے لئے پنجگانہ نماز بھی ہے تاکہ ہر روز دل کھول کھول کر اس روشنی کو خدا سے مانگ لیوے جسے بصیرت ہے وہ جانتا ہے کہ نماز ایک معراج ہے کہ وہ نماز ہی کی تضرع اور ابتہال سے بھری ہوئی دعا ہے جس سے یہ امراض سے رہائی پا سکتا ہے وہ لوگ بہت بیوقوف ہیں جو دوری کو ڈالنے والی تاریکی کا علاج نہیں کرتے میرے پاس اکثر خطوط آتے ہیں مگر اون میں یہی لکھا ہوتا ہے کہ میرے املاک کے لئے یا اولاد کے لئے دعا ہو۔ فلاں مقدمہ ہے یا فلاں مرض ہے وہ اچھا ہو جاوے۔ لیکن مشکل سے کوئی خط ایسا ہوتا ہے۔ جسمیں ایمان یا ان تاریکیوں کے دور ہونے کے لئے درخواست کی گئی ہو۔ بعض خطوط میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ اگر مجھے پانچسو روپیہ مل جاوے تو میں بیعت کر لوں۔ بیوقوفوں کو اتنا خیال نہیں کہ جن باتوں کو ہم چھڑانا چاہتے ہیں وہی یہ طلب کیجاتی ہیں اسی لئے میں اکثر لوگوں کی بیعت سے خوف کرتا ہوں کیونکہ سچی بیعت کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ بعض تو ظاہری شروط لگاتے ہیں جیسے کہ اوپر ذکر ہوا ہے اور بعض لوگ بعد بیعت کے ابتلا میں پڑ جاتے ہیں جیسے کسی کا لڑکا مر گیا تو شکایت کرتا ہے کہ بیعت تو بیعت کی تھی یہ صدمہ مجھ کیوں ہوا اوس نادان کو یہ خیال نہیں آتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ پیغمبر تھے مگر آپ کے گیارہ لڑکے فوت ہو گئے مگر کبھی شکایت نہ کی کہ خداوندا تو نے تو مجھے پیغمبر بنایا تھا میرے بچے کیوں مار دئے غرضیکہ یاد رکھو کہ دین کو دنیا سے ہرگز نہ ملانا چاہئے اور بیعت اس نیت سے ہرگز نہ کرنی چاہئے کہ میں بادشاہ ہی بن جاؤنگا یا ایسی کیمیا حاصل ہو جائے گی کہ گھر بیٹھے روپیہ بنتا رہے گا اللہ تعالیٰ نے ہمیں تو اسلئے مامور کیا ہے کہ ان باتوں سے لوگوں کو چھڑا دیویں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ جو لوگ صدق اور وفا سے خدا کی طرف آتے ہیں اور اسکے لئے ہر ایک دکھ اور مصیبت کو سر پر لیتے ہیں تو خدا انکو اور انکی اولاد کو ہرگز ضایع نہیں کرتا حضرت داؤد علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں بوڑھا ہو گیا کہ صالح آدمی کی اولاد کو ضایع ہوتے نہ دیکھا خدا تعالیٰ خود اسکا متکفل ہوتا ہے لیکن ابتدا میں ابتلا کا آنا ضروری ہے تاکہ کھوٹے اور کھرے کی شناخت ہو جاوے۔

شعر

عشق اوّل سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

دوسرے ابتلا اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھلاوے کہ جو ہماری طرف آنیوالے ہیں وہ کیسے مستقل مزاج اور جفاکش ہوتے ہیں۔ کہ مار پر مار کھاتے ہیں لیکن منہ نہیں پھیرتے ہیں اور جب وہ ثابت قدم نکل آتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اون سے وہی سنت برتتا ہے جو منعم علیہ گروہ سے برتنی چاہئے۔

ابتلا ضرور ہے اور خدا ظالم نہیں

خدا سے زیادہ پیار اور رحم اور محبت کرنی کوئی نہیں جانتا لیکن اخلاص ضروری ہے کوئی دل سے اسلام پر چڑھ دیکھے کہ آیا مخلص کی دستگیری اور کفایت اسکی خوبی ہے کہ نہیں لیکن جو اوسے آزماتا ہے وہ خود آزمایا جاتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اسلام لایا اور بعد ازاں اندھا ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ اسلام قبول کرنے سے مجھ پر یہ آفت آئی۔ اسلئے کافر ہو گیا آنحضرت نے اوسے بہت سمجھایا لیکن نہ مانا حالانکہ اگر وہ مسلمان رہتا تو خدا تو اسبات پر قادر تھا کہ اوسے دوبارہ بینائی بخشے۔ لیکن کافر ہو کر دنیا سے تو اندھا تھا دین سے بھی اندھا بن گیا مجھے فکر ہے۔ کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہ خدا کو آزماتے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خود آزمائے جائیں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو مجھ پر ایمان لاوے۔ اوّل وہ مصائب کے لئے تیار رہے مگر یہ کچھ اوائل میں ہوتا ہے اگر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اوس پر فضل کر دیتا ہے کیونکہ مومن کے لئے دو حالتیں ہیں اوّل تو یہ کہ جب ایمان لاتا ہے تو مصائب کا ایک دوزخ اوس کے لئے تیار کیا جاتا ہے جس میں اوسے کچھ عرصہ رہنا پڑتا ہے اور اس کے استقلال کا امتحان کیا جاتا ہے اور جب وہ اس میں ثابت قدمی دکھاتا ہے تو دوسری حالت یہ ہے کہ اس دوزخ کو جنت سے بدلدیا جاتا ہے جیسے کہ بخاری میں حدیث ہے کہ مومن بذریعہ نوافل کے اللہ تعالیٰ سے یہاں تک قرب حاصل کرتا ہے کہ وہ اس کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا اور کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اسکی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من عادلی ولیًا فاذنت لہ للحرب جو شخص میرے ولی کی عداوت کرتا ہے۔ وہ جنگ کے لئے تیار ہو جاوے اسقدر غیرت خدا کو اپنے بندے کے لئے ہوتی ہے۔ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے کہ مجھے کسی شے اسقدر تردد نہیں ہوتا کہ جسقدر مومن کی جان لینے میں ہوتا ہے اور اسی لئے وہ کئی دفعہ بیمار ہوتا ہے اور پھر اچھا ہو جاتا ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوس کی جان لینا چاہتا ہے مگر پھر اوسے مہلت دیدیتا ہے اور کچھ عرصہ دنیا میں رہ لیوے۔

جماعت کو اصلاح اخلاق کی ضرورت ہے

اس جماعت کو طیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان کان ۔ آنکھ ۔ اور ہر ایک عضو میں تقواے سرایت کر جاوے۔ تقویٰ کا نور اس کے اندر اور باہر ہو۔ اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو۔ اور بیجا غصہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ جماعت کے اکثر لوگوں میں غصہ کا نقص اب تک موجود ہے۔ تھوڑی تھوڑی سی بات پر کینہ اور بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا جماعت میں سے کچھ حصہ نہیں ہوتا۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا دقت پیش آتی ہے۔ کہ اگر کوئی گالی دے تو دوسرا چپ کر رہے۔ اور اس کا جواب نہ دے ہر ایک جماعت کی اصلاح اوّل اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے۔ چاہئے کہ ابتدا میں صبر سے تربیت میں ترقی کرے۔ اور سب سے عمدہ ترکیب یہ ہے کہ اگر کوئی بدگوئی کرے۔ تو اس کے لئے درد دل سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسکی اصلاح کر دیوے۔ اور دل میں کینہ کو ہرگز نہ بڑھاوے جیسے دنیا کے قانون ہیں۔ ویسے خدا کا بھی قانون ہے۔ جب دنیا اپنے قانون کو نہیں چھوڑتی تو اللہ تعالیٰ اپنے قانون کو کیسے چھوڑے پس جب تک تبدیلی نہ ہوگی۔ تب تک تمہاری قدر اس کے نزدیک کچھ نہیں۔ خدا تعالیٰ ہرگز پسند نہیں کرتا۔ کہ حلم اور صبر اور عفو جو عمدہ صفات ہیں۔ ان کی جگہ درندگی ہو۔ اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کروگے۔ تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے۔ لیکن مجھے افسوس ہے۔ کہ جماعت کا ایک حصہ ابھی تک ان اخلاق میں کمزور ہے ان باتوں سے صرف شماتت اعدا ہی نہیں ہے بلکہ ایسے لوگ خود ہی قرب کے مقام سے گرائے جاتے ہیں۔

اصلاح کے لحاظ سے خَلق اور خُلق میں فرق

یہ سچ ہے کہ سب انسان ایک مزاج کے نہیں ہوتے اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے کل یعمل علے شاکلتہ بعض آدمی اگر ایک قسم کے اخلاق میں عمدہ ہیں۔ تو دوسری قسم میں کمزور۔ اگر ایک خلق کا رنگ اچھا ہے۔ تو دوسرے کا برا۔ لیکن تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اصلاح ناممکن ہے خلق سے ہماری مراد شریب کلامی ہی نہیں۔ بلکہ خَلق اور خُلق دو الفاظ ہیں۔ آنکھ ۔ کان ۔ ناک ۔ وغیرہ جسقدر اعضاء ظاہری ہیں۔ جن کو انسان کو حسین وغیرہ کہا جاتا ہے یہ سب خَلق کہلاتے ہیں۔ اور اس کے مقابل پر باطنی قویٰ کا نام خُلق ہے۔ مثلاً عقل ۔ فہم ۔ شجاعت ۔ عفت ۔ صبر وغیرہ اس قسم کے جسقدر قوے سرشت میں ہوتے ہیں۔ وہ سب اسی میں داخل ہیں۔ اور خَلق کو خُلق پر اس لئے ترجیح ہے کہ خَلق یعنی ظاہری جسمانی اعضاء میں اگر کسی قسم کا نقص ہو تو وہ ناقابل علاج ہوتا ہے مثلاً اگر ہاتھ چھوٹا پیدا ہوا ہے۔ تو اسکو بڑا نہیں کر سکتا لیکن خُلق میں اگر کوئی کمی بیشی ہو۔ تو اسکی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ذکر کرتے ہیں۔ کہ افلاطون کو علم فراست میں بہت دخل تھا۔ اور اس نے دروازہ پر ایک دربان مقرر کیا ہوا تھا۔ جسے حکم تھا۔ کہ جب کوئی شخص ملاقات کو آوے۔ تو اوّل اسکا حلیہ بیان کرو اس حلیہ کے ذریعہ وہ اس کے اخلاق کا حال معلوم کر کے پھر اگر قابل ملاقات سمجھتا۔ تو ملاقات کرتا۔ ورنہ رد کر دیتا۔ ایک دفعہ ایک شخص اس کی ملاقات کے لئے آیا۔ دربان نے اطلاع دی۔ اس کے نقوش کا حال سنکر افلاطون نے ملاقات کا انکار کر دیا۔ اس پر اس شخص نے کہلا کر بھیجا۔ کہ افلاطون سے کہدو۔ کہ جو کچھ تم نے سمجھا ہے۔ بالکل درست ہے۔ مگر میں نے قوت مجاہدہ سے اپنی اصلاح کر لی ہے۔ اسپر افلاطون نے ملاقات کی اجازت دیدی۔ پس خُلق ایسی شئے ہے جس میں تبدیلی ہو سکتی ہے اگر تبدیلی نہ ہو سکتی تو یہ ظلم تھا۔ لیکن دعا اور عمل سے کام لوگے تب اس تبدیلی پر قادر ہو سکوگے۔ عمل اس طرح سے کہ اگر کوئی شخص ممسک ہے تو وہ قدرے قدرے خرچ کرنے کی عادت ڈالے اور نفس پر جبر کرے آخر کچھ عرصہ کے بعد نفس میں ایک تغیر عظیم دیکھیگا۔ اور اس کی عادت امساک دور ہو جاوے گی۔ اخلاق کی کمزوری بھی ایک دیوار ہے جو خدا اور بندہ کے درمیان حائل ہو جاتی ہے۔

جمعہ ۔ عیدین ۔ حج ۔ وحدت جمہوری کی غرض سے

اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفس واحد کی طرح بناوے۔ اسکا نام وحدت جمہوری ہے جس سے بہت سے انسان بحالت مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھا جاتا ہے۔ مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدت جمہوری کے ایک دھاگہ میں سب پروئے جائیں یہ نمازیں باجماعت جو کہ ادا کی جاتی ہیں۔ وہ بھی اسی وحدت کے لئے ہیں۔ تاکہ کل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جاوے اور آپس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے۔ کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے وہ دوسرے کمزور میں سرایت کر کے اوسکو قوت دیوے حتی کہ حج بھی اسی لئے ہے۔ اس وحدت جمہوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی ابتدا اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ کہ اوّل یہ حکم دیا۔ کہ ہر ایک محلہ والے پانچوقت نمازوں کو محلہ کی مسجد میں ادا کریں۔ تاکہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو اور انوار مل ملا کر کمزوری کو دور کر دیں۔ اور آپس میں تعارف ہو کر انس پیدا ہو جاوے۔ تعارف بہت عمدہ شے ہے۔ کیونکہ اس سے بڑھتا ہے جو کہ وحدت کی بنیاد ہے۔ حتی کہ تعارف اللہ

دشمن ایک نا آشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے کیونکہ جب غیر ملک میں ملاقات ہو۔ تو تعارف کی وجہ سے دلوں میں اُنس پیدا ہو جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ کینہ وری زمین سے الگ ہونے کے باعث بغض جو کہ حاجتی شے ہوتا ہے۔ وہ تو دور ہو جاتا ہے اور صرف تعارف باقی رہ جاتا ہے۔ پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں۔ کیونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا تو مشکل ہے۔ اس لئے یہ تجویز کی کہ شہر کے سب لوگ ہفتہ میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں۔ آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جاویں گے۔ پھر سال کے بعد عیدین میں یہ تجویز کی۔ کہ دیہات اور شہر کے لوگ مل کر نماز ادا کریں تاکہ تعارف اور اُنس بڑھ کر وحدت جمہوری پیدا ہو پھر اسی طرح تمام دنیا کے اجتماع کے لئے ایک دن عمر بھر میں مقرر کر دیا کہ مکہ کے میدان میں سب جمع ہوں۔ غرضیکہ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ کہ آپس میں الفت اور اُنس ترقی پکڑے افسوس کہ ہمارے مخالفوں کو اس بات کا علم نہیں کہ اسلام کا فلسفہ کیسا پکا ہے۔ دنیوی حکام کی طرف سے جو احکام پیش ہوتے ہیں ان میں تو انسان ہمیشہ کے لئے ڈھیلا ہو سکتا ہے لیکن خدا کے احکام میں ڈھیلا پن اور اس سے بکلی روگردانی کبھی ممکن ہی نہیں۔ کونسا ایسا مسلمان ہے جو کم از کم عیدین میں بھی نماز نہ ادا کرتا ہو۔ پس ان تمام اجتماعوں کا یہ فائدہ ہے کہ ایک کے انوار دوسرے میں اثر کرکے اسے قوت بخشیں۔

نفس اور اخلاق کی پاکیزگی حاصل

اصلاح نفس و اخلاق کا بڑا ذریعہ اور افضل ترین [illegible] کرنے کا ایک بڑا ذریعہ صحبت صادقین بھی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ کونوا مع الصادقین۔ یعنی تم خدا کے صادق اور راست باز لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔ تاکہ ان کے صدق کے انوار سے تم کو بھی حصہ ملے۔ جو مذاہب کہ تفرقہ پسند کرتے ہیں۔ اور الگ الگ رہنے کی تعلیم دیتے ہیں وہ یقیناً وحدت جمہوری کی برکات سے محروم رہتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجویز کیا۔ کہ ایک ہی ہو کر جماعت بنا دے اور اخلاق کے ذریعہ آپس میں تعارف اور وحدت پیدا کرے۔

درستی اخلاق کے بعد دوسری بات یہ ہے۔ کہ دعا کے ذریعہ سے خدا کی محبت حاصل کیجاوے ہر ایک قسم کے گناہ اور بدی سے دور رہے اور ایسی حالت میسر ہو کہ جسقدر اندرونی آلودگیاں ہیں ان سب سے الگ ہو کر ایک مصفیٰ فطرت کی طرح بن جاوے۔ جب تک یہ حالت میسر نہ ہولی تب تک خطرہ ہی خطرہ ہے۔ لیکن دعا کے ساتھ تدابیر کو نہ چھوڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر کو بھی پسند کیا ہے اور اسی لئے والمدبرات امرا کہکر قرآن شریف میں قسم کھائی ہے۔ جب وہ اس مرحلہ کو طے کرنے کے لئے دعا بھی کریگا۔ اور تدبیر سے بھی اس علاج کا کام لیگا۔ کہ جو مجلس اور صحبت اور تعلقات اسکو حارج ہیں۔ ان سب کو ترک کر دیگا۔ اور رسم عادت اور بناوٹ سے الگ ہو کر دعا میں مصروف ہوگا۔ تو ایک دن قبولیت کے آثار مشاہدہ کریگا یہ لوگوں کی غلطی ہے کہ وہ کچھ عرصہ دعا کر کے رہ جاتے ہیں۔ اور شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے اسقدر دعا کی مگر قبول نہ ہوئی۔ حالانکہ دعا کا حق تو ان سے ادا ہی نہ ہوا۔ تو قبول کیسے ہو۔ اگر ایک شخص کو بھوک لگی ہو یا سخت پیاس ہو۔ اور وہ صرف ایک دانہ یا ایک قطرہ لے کر شکایت کرے۔ کہ مجھے سیری حاصل نہیں ہوئی تو کیا اسکی شکایت بجا ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ جب تک وہ پوری مقدار کھانے اور پینے کی نہ لیگا۔ تب تک کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ یہی حال دعا کا ہے۔ اگر انسان لگ کر اسے کرے اور پورے آداب سے بجا لاوے۔ وقت بھی میسر آوے تو امید ہے۔ کہ ایک دن اپنی مراد کو پالیوے۔ لیکن راستہ میں ہی چھوڑ دینے سے صدہا انسان مر گئے (گمراہ ہوگئے) اور صدہا ابھی آئندہ مرنے کو طیار ہیں۔ ایک من پیشاب میں ایک قطرہ پانی کا کیا شے ہے جو اسے پاک کرے اسی طرح وہ بداعمالیاں جن میں لوگ سر سے پاؤں تک غرق ہیں۔ ان کے ہوتے چند روز کی دعا کیا اثر دکھا سکتی ہے۔ عجب۔ خود بینی تکبر اور ریا وغیرہ ایسے امراض لگے ہوئے ہوتے ہیں جو عمل کو ضائع کر دیتے ہیں۔

نیک عمل کی مثال ایک پرندہ کی طرح ہے۔ اگر صدق اور اخلاص کے قفس میں اُسے قید رکھو گے۔ تو وہ رہے گا ورنہ پرواز کر جاوے گا۔ اور یہ بجز خدا کے فضل کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔

عمل صالح سے یہاں یہ مراد ہے کہ اس میں کسی قسم کی بدی کی آمیزش نہ ہو۔ صلاحیت ہی صلاحیت ہو نہ عجب ہو نہ کبر ہو نہ نخوت ہو نہ تکبر ہو نہ نفسانی اغراض کا کوئی حصہ ہو نہ رو بخلق ہو۔ حتیٰ کہ دوزخ اور بہشت کی خواہش بھی نہ ہو صرف خدا کی محبت سے وہ عمل صادر ہو۔ جب تک دوسری کسی قسم کی اغراض کو دخل ہے تب تک ٹھوکر کھائے گا۔ اور اس کا نام شرک ہے کیونکہ وہ دوستی اور محبت کس کام کی جس کی بنیاد صرف ایک پیالہ چاہ یا دوسری خیالی محبوبات تک ہی ہے ایسا انسان جس دن اس میں فرق آتا دیکھے گا۔ اسی دن قطع تعلق کر دیگا۔ جو لوگ خدا سے اس لئے تعلق باندھتے ہیں کہ ہمیں مال ملے یا اولاد حاصل ہو یا ہم فلاں فلاں امور میں کامیاب ہو جاویں ان کے تعلقات عارضی ہوتے ہیں۔ اور ایمان بھی خطرہ میں ہے۔ جس دن ان کے اغراض کو کوئی صدمہ پہنچا۔ اسی دن ایمان میں بھی فرق آ جاویگا۔ اسلئے پکا مومن وہ ہے جو کسی سہارے پر خدا کی عبادت نہیں کرتا۔

راست بازوں کی ہٹ

راستبازوں کی ایک یہی نشانی ہے کہ مصیبت میں انکو ہٹ ہوتی ہے۔ اور جب ایسے موقع پر شیطان دخل دیکر ان کو بہکانا چاہتا ہے۔ تب ان کی غیرت جوش مارتی ہے اور بجائے اس کے کہ ان کا قدم پیچھے ہٹے۔ وہ آگے بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ شیطان ہمیں پیچھے ہرگز نہیں ڈال سکتا۔ شیطان ہی ایسے موقع پر ہر ایک قسم کے منصوبے اس کی لغزش کے لئے پیش کرتا ہے۔ مال۔ اولاد۔ عزت۔ آبرو۔ خلقت کی ملامت طعن۔ تشنیع وغیرہ سب نقصانوں سے ڈراتا ہے لیکن وہ اوّل ہی سے فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہم ان نقصانوں کی کچھ پروا نہ کرینگے۔ آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان ان کے نزدیک ایک مخنث سے بھی کمتر ہوتا ہے لیکن جس کا دعوےٰ تو ایمان کا ہوتا ہے۔ اور دماغ میں اغراض نفسانی بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو شیطان بڑی آسانی سے اپنا تسلط اس پر بٹھاتا ہے اور جس راستے چاہتا ہے چلاتا ہے۔ خوب یاد رکھو۔ کہ نفسی خواہشات سے شیطان کا مقابلہ ہرگز نہ ہو سکے گا۔

شیطان کے وجود کا ثبوت

ممکن ہے کہ بعض لوگ یہاں ایسے ہوں کہ جو شیطان کے وجود ہی سے منکر ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ اس کے وجود سے انکار ہی نادانی ہے کیا وہ مشاہدہ نہیں کرتے۔ کہ انسان میں دو قوتیں موجود ہیں۔ جیسے جیسے ایک لہر اسکے دل میں آتی ہے۔ کہ نیکی کروں اور [illegible] وقت وہ اس کا ایسا پابند ہو جاتا ہے۔ کہ جب اسکے تقاضا سے پورا کئے گئے رہ ہی نہیں سکتا اور [illegible] اس کے دل میں ایسی لہر آتی ہے۔ جو کہ بدی کی طرف رغبت دلاتی ہے اور وہ گرے اور خطرناک بدیوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ پس یہ قوتیں [illegible] ابتدائی مراحل میں ہر ایک شے کی حقیقت کو سمجھ [illegible] جیسے جیسے تدریجاً اس کی معرفت ترقی کرتی ہے۔ ویسے ویسے وہ باریک در باریک امور کو سمجھتا جاتا ہے آسمان کے ستاروں کو دیکھو۔ کہ وہ اوّل [illegible] نقطوں سے اور کچھ معلوم نہیں ہوتے۔ مگر جب ان ہی نقطوں کو دوربینوں سے دیکھا جاوے۔ تو کسقدر عجائبات معلوم ہوتے ہیں اور سابق معرفت اس کے آگے ہیچ نظر آتی ہے اور انسان کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے کہ میں نے انکو نقطے کیوں سمجھا ایسے ہی شیطان اور فرشتہ کے وجود کا حال ہے کہ ان کو اوّل نقطوں کی طرح ماننا پڑتا ہے اور پھر اس دوربین سے جو انبیاء لیکر آتے ہیں دیکھا جاوے تو ان کی اصل حقیقت معلوم ہوتی ہے یہ تو جملہ معترضہ تھا جو درمیان میں آگیا۔

پھر میں اصل مطلب کو بیان کرتا ہوں کہ اگر تم اپنی اصلاح چاہتے ہو تو یہ بھی لازمی امر ہے کہ گھر کی عورتوں کی اصلاح کرو۔

عورتیں بت پرستی کی جڑ ہیں پردہ کیضرورت اور طلاق و ضمناً اصلاح نفس کے منازل

عورتوں میں بت پرستی کی جڑ ہے

کیونکہ ان کی طبائع کا میلان زینت پرستی کیطرف ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ بت پرستی کی ابتدا انہی سے ہوئی ہے۔ بزدلی کا مادہ بھی ان میں زیادہ ہوتا ہے۔ کہ ذرا سی سختی پر اپنی جیسی مخلوق کے آگے ہاتھ جوڑنے لگ جاتی ہے اس لئے جو لوگ زن پرست ہوتے ہیں رفتہ رفتہ ان میں بھی یہ عادتیں سرایت کر جاتی ہیں۔ پس سخت ضروری ہے کہ ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ الرجال قوامون علی النساء۔ اور اسی لئے مرد کو عورتوں کی نسبت قوے زیادہ دئے گئے ہیں۔ اسوقت جو نئی روشنی کے لوگ مساوات پر زور دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہیں۔ ان کی عقلوں پر تعجب آتا ہے وہ ذرا مردوں کی جگہ عورتوں کی فوجیں بنا کر جنگوں میں بھیجکر دیکھیں تو سہی۔ کہ کیا نتیجہ مساوی نکلتا ہے۔ یا مختلف۔ ایک طرف تو اسے حمل ہے۔ اور ایک طرف جنگ ہے۔ وہ کیا کر سکے گی۔ غرضیکہ عورتیں مردوں کی نسبت قویٰ میں کمزور ہیں۔ اور کم بھی ہیں۔ اس لئے مرد کو چاہئے کہ عورت کو اپنے ماتحت رکھے۔

یورپ کیطرح بے پردگی پر بھی یہ لوگ زور دے رہے ہیں۔ لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے۔ ذرا ان کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔ اگر اس آزادی اور بے پردگی سے ان کی عفت اور پاکدامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لینگے کہ ہم غلطی پر ہیں۔ لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو ان کے تعلقات کسقدر خطرناک ہوں گے۔ بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں۔ اور فسق و فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہوگا مردوں کی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہیں نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ آخرت کا یقین ہے دنیاوی لذات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ پس سب سے اوّل ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مردوں کی اخلاقی حالت درست کرو۔ اگر یہ درست ہو جاوے اور مردوں میں کم از کم اسقدر قوت ہو۔ کہ وہ اپنے نفسانی جذبات کے مغلوب نہ ہو سکیں تو اسوقت اس بحث کو چھیڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے یا نہیں ورنہ موجودہ حالت میں اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو۔ گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھ دینا ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی بات کے نتیجہ پر غور نہیں کرتے کم سے کم اپنے کانشنس سے ہی کام لیں۔ کہ آیا مردوں کی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے کہ عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے رکھا جاوے۔ قرآن شریف نے (جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضوں اور

کہ وہ یون کہ مدنظر رکھ کر جیسا کہ علیم و تا ہے) کیا عمدہ مسلک اختیار کیا ہے قل للمومنین
یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم۔

کہ تو یہ بیان والان کہیے ہے۔ کہ وہ اپنی نگاہیں کو نیچا رکھیں۔ اور اپنی ستر اعضا کی حفاظت کریں۔ یہ وہ عمل ہے جس سے ان کے نفوس کا تزکیہ ہوگا۔ فروج سے مراد شرمگاہ ہی نہیں بلکہ ہر ایک سوراخ جسمین کان وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اور اس میں اس امر کی مخالفت کی گئی ہے۔ کہ غیر محرم عورت کا راگ وغیرہ سنا جاوے۔ پھر یاد رکھو۔ کہ ہزار در ہزار تجارب سے یہ بات ثابت شدہ ہے۔ کہ جن باتون سے اللہ تعالی روکتا ہے۔ آخر کار انسان کو ان سے رکنا ہی پڑتا ہے۔ (تعدد ازدواج اور طلاق کے مسئلہ پر غور کرو) ہرچہ دانا کند کند نادان لیکن بعد از خرابئے بسیار۔ ہمیں افسوس ہے کہ آریہ صاحبان بھی بے پردگی پر زور دیتے ہیں۔ اور قرآن شریف کے احکام کی مخالفت چاہتے ہیں حالانکہ اسلام کا یہ بڑا احسان ہندوستان پر ہے کہ اس نے ان کو تہذیب سکھائی۔ اور اسکی تعلیم ایسی ہے۔ جس سے مفاسد کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے۔ ؎

تربیت بد گر چہ وہ را آشنا است

یہی حالت مرد اور عورت کے تعلقات کی ہے کہ اگرچہ کچھ ہی کیون نہ ہو۔ لیکن تاہم فطری جوش اور تقاضے بعض اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جب ان کو ذرا سی تحریک ہوئی۔ تو حیث حد اعتدال سے ادہر ادہر ہو گئے۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ مرد اور عورت کے تعلقات اگرچہ کچھ ہی کیون نہ ہوں لیکن تاہم فطری جوش اور تقاضے بعض اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ جب ان کو ذرا سی تحریک ہوئی۔ تو حیث حد اعتدال سے ادہر ادہر ہو گئے۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ مرد اور عورت کے تعلقات میں حد درجہ کی آزادی وغیرہ کو ہرگز نہ دخل دیا جاوے۔ ذرا اپنے دلون میں غور کرو۔ کہ کیا تمہارے دل راجہ رام چند اور کرشن وغیرہ کیطرح پاک ہو گئے ہیں پھر جب وہ پاکدلی تم کو نصیب نہیں ہوئی۔ تو تیرے پردگی کو رواج دیکر بکریون کو شیرون کے آگے کیون رکھتے ہو بث عہد ضد اور تعصب اور حجت وغیرہ سے تم لوگ رہ رہ و دانستہ اسلام کے ان پاکیزہ اصول کی مخالفت کیون کرتے ہو۔ جن سے تمہاری عفت برقرار رہتی ہے۔ عقل تو اس بات کا نام ہے کہ انسان کو نیک بات جہان سے ملے وہ لے لیوے کیونکہ نیک بات کی مثال سونے اور ہیرے اور جواہر کی ہے اور یہ اشیا خواہ کہیں ہون آخر وہ سونا وغیرہ ہی ہونگی۔ اس لیے تم کو لازم ہے کہ اسلام کے نام سے چڑ کر تم نیکی کو ترک نہ کرو۔ اور یاد رکھو۔ کہ اسلام کا تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اگر حرج کا خوف ہے۔ تو تم ہی کو ہے۔ ہان اگر تم لوگون کو یقین ہے کہ سب نیک بن گئے ہو اور نفسانی

جذبات پر تم کو پوری قدرت حاصل ہے۔ اور قوائے پر تمہیں رضا اور احکام کے برخلاف بالکل حرکت نہیں کرتے۔ تو پھر ہم تم کو منع نہیں کرتے بیشک بے پردگی کو رواج دو لیکن جہانتک میرا خیال ہے۔ ابھی تک تم کو وہ حالت نصیب نہیں۔ اور تم میں سے جس قدر لوگ لیڈر بنکر قوم کی اصلاح کے درپے ہیں۔ انکی مثال سفید قبر کی ہے جس کے اندر بجز ہڈیون کے اور کچھ نہیں کیونکہ انکی صرف باتین ہی ہیں عمل وغیرہ کچھ نہیں

اسلام نے جو یہ حکم دیا ہے۔ کہ مرد عورت سے اور عورت مرد سے پردہ کرے۔ اس سے غرض یہ ہے کہ نفس انسان پھسلنے اور ٹھوکر کھانے کی حد سے بچا رہے کیونکہ ابتدا میں اسکی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ بدیون کی طرف جھکا پڑتا ہے۔ اور ذرا سی بھی تحریک ہو تو بدی پر ایسے گرتا ہے جیسے کئی دنون کا بھوکا آدمی کسی لذیذ کھانے پر۔ یہ انسان کا فرض ہے۔ کہ اسکی اصلاح کرے۔ اور اسکی اصلاح کی حالتون کے لحاظ سے اس کے چار نام مقرر کیے گئے ہیں۔ اول اول نفس کا تزکیہ ہوتا ہے کہ جسکو نیکی بدی کی کوئی خبر نہیں ہوتی اور یہ حالت طفلگی تک رہتی ہے۔ پھر نفس امارہ ہوتا ہے کہ بدیون کی طرف ہی مائل رہتا ہے۔ اور انسان کو طرح طرح کے فسق و فجور میں مبتلا کرتا ہے۔ اور اسکی بڑی غرض یہی ہوتی ہے۔ کہ ہر وقت بدی کا ارتکاب ہو۔ کبھی چوری کرتا ہے کبھی گالی دے یا ذرا اخلاف مرضی کام ہو۔ تو اسے مارنے کو اٹھا ہو جاتا ہے۔ اگر شہوت کی طرف غلبہ ہو تو گناہون اور فسق و فجور کا سیلاب بہہ نکلتا ہے۔ دوسرا نفس لوامہ ہے کہ اس میں بدیان بالکل دور تو نہیں ہوتین مگر ان ایک پچھتاوا اور حسرت و افسوس ہر ایک اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ اور جب بدی ہو جاوے تو اس کے دل میں نیکی سے اس کا معاوضہ کرنے کی خواہش ہوتی ہے اور تدبیر کرتا ہے۔ کہ کسی طرح گناہ سے بچے اور دعا میں لگتا ہے۔ کہ زندگی پاک ہو جاوے اور ہوتے ہوتے جب یہ گناہ سے بچ کر بہر جاتا ہے۔ تو اسکا نام مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ اور اس حالت میں وہ بدی کو ایسی ہی بدی سمجھتا ہے جیسے کہ خدا بدی کو بدی سمجھتا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ دنیا اصل میں گناہ کا گھر ہے۔ جسمین سرکشیون میں پڑ کر انسان خدا کو بھلا دیتا ہے نفس امارہ کی حالت میں تو اس کے پاؤن کی زنجیرین ہی زنجیرین ہوتی ہیں۔ اور لوامہ میں کچھ زنجیرین باقی نہیں ہوتی ہیں۔ اور کچھ اتر جاتی ہیں۔ مگر مطمئنہ میں کوئی زنجیر باقی نہیں رہتی۔ سب کی سب ٹوٹ جاتی ہیں اور یہی زمانہ انسان کا خدا کی طرف سچے رجوع کا ہوتا ہے۔ اور یہی خدا کے کامل بندے ہوتے ہیں جو کہ نفس مطمئنہ کے ساتھ دنیا سے علیحدہ ہو دین جب تک وہ اسے حاصل نہ کرے تب تک اسے مطلق علم نہیں ہوتا۔ کہ جنت میں جاویگا یا دوزخ میں پس آج تک انسان بلا حصول نفس مطمئنہ کو دیوری

اکیزگی حاصل کر سکتا ہے۔ اور جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔ تو آپ خواہ آریہ ہون۔ یا عیسائی۔ کون سی عقلمندی ہے۔ کہ قبل اسکے کہ یہ نفس حاصل ہو وہ بھیڑیون اور بکریون کو اکٹھا چھوڑ دیں۔ کیا ان کو امید ہے کہ وہ پاک اور بے شر زندگی بسر کر سکینگے یہ ہے۔ ہمارا اسلامی پردہ کا۔ اور میں نے خصوصیت سے ان مسلمانون کیلیے بیان کیا ہے جنکو اسلام کے احکام اور حقیقت کی خبر نہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ آریہ لوگ اس سے بہت کم مستفید ہونگے۔ کیونکہ ان کو تو اسلام کی ہر ایک بھلی بات بھی چڑ ہے

اسقدر تقریر ہو چکی تھی کہ اس اثنا میں خلیفہ رجب الدین صاحب نے آواز بلند سے لاہور کی ایک کمیٹی کیطرف سے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں کیفر ورت کا سوال پیش کیا۔ اگرچہ بعض لوگون کو یہ دخل اس لیے ناگوار ہوا کہ خدا کا فرستادہ نور فراست سے جس ضرورت کا محسوس کر کے کلام فرما رہا تھا۔ اسکی توجہ اودہر سے پھیر دیگئی۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ تحریک بھی مصالح ایزدی سے باہر نہیں۔

آپ نے فرمایا اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ میں نے بہت سی تحریرون اور تقریرون کے ذریعے یہ بات سمجھا دی ہوئی ہے کہ میں وہ مسیح ہون جس کا ذکر اور وعدہ اجمالاً قرآن میں اور تفصیلاً احادیث میں پایا جاتا ہے۔ اور جو لوگ اسے نہیں مانتے قرآن شریف کی رو سے ان کا نام فاسق ہے اور احادیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس مسیح کو نہیں مانتا وہ گویا مجھے نہیں مانتا۔ اور جو اسکی معصیت کرتا ہے۔ گویا میری معصیت کرتا ہے۔

لوگ مخلوق کو دہوکا دیتے ہیں اور غلطیون میں ڈالتے ہیں۔ کہ ہم نے کوئی نیا کلمہ یا نماز تجویز کی ہے۔ ایسے افتراؤن کا میں کیا جواب دون۔ اسی قسم کے افتراؤن سے وہ ایک عاجز انسان کو علیہ السلام کر کے خدا بنا بیٹھے ہیں۔ دیکھو ہم مسلمان ہیں۔ اور امت محمدی میں ہیں اور ہمارے نزدیک نئی نماز بنانی۔ یا قبلہ سے روگردانی کفر ہے۔ کل احکام پیغمبری کو ہم مانتے ہیں۔ اور ہمارا ایمان ہے۔ کہ چھوٹے سے چھوٹے حکم کو ٹالنا بھی بد ذاتی ہے اور تمہارا دعوے ہے قال اللہ اور قال الرسول کے ماتحت ہے۔ اتباع نبوی سے الگ ہو کر ہم کوئی کلمہ یا نماز۔ یا حج۔ یا روزہ یا اینٹ کی الگ مسجد نہیں بنائی۔ ہمارا کام یہ ہے۔ کہ اس دین کی خدمت کریں۔ اور اس کو کل مذاہب پر غالب کر کے دکھا دیں۔ قرآن شریف کی اور احادیث کی جو خیر خدا سے ثابت ہیں۔ اتباع کریں۔ ضعیف سے ضعیف حدیث بھی بشرطیکہ وہ قرآن شریف کے مخالف نہ ہو ہم واجب العمل سمجھتے ہیں اور بخاری اور مسلم کو

بعد کتاب اللہ اصح الکتب مانتے ہیں۔ اور دوسری یہ بات یاد رکھو۔ کہ مجھے کبھی یہ خواہش نہیں ہوئی۔ کہ لوگ مجھے مانیں بلکہ مجھے تو ان جماعتون سے ہمیشہ سے نفرت ہے اور اگر میں مانتا ہون یا ان لوگون میں آکر بیٹھتا ہون۔ تو اپنی مرضی سے ہرگز نہیں مانتا۔ بلکہ اللہ تعالی مجھے مجبور کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ تو ایسا کر۔ ایسی حالت میں خلاف اگر میں اسکی بات نہ مانون تو کیا کرون میں تو رات دن وحی کے نیچے کام کرتا ہون۔ میں تو یہ کہتا ہون۔ کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تو مانو۔ آپ کو ماننا یہ ہے کہ آپکی وصایا پر عمل درآمد کیا جاوے اور انہیں میں سے یہ بات بھی ہے۔ کہ جب وہ مسیح موعود (علیہ السلام) آوے۔ تو تم سب اس کے ساتھ ہو جانا۔ میرے ماننے کی مثال یہ ہے جیسے ایک آقا اپنے نوکر کو کہے۔ کہ فلان شخص میرا پیارا آتا ہے تم اسے لا کر کھانا کھلاؤ اور ہر طرح کی تعظیم و تکریم کرو لیکن نوکر اس کے جواب میں یہ کہے۔ کہ میں تو صرف آپ کو مانتا ہون مجھے کسی دوسرے کی تعظیم و تکریم سے غرض نہیں ہے۔ اور نہ اسکی خواہش ہے تو اب سوچ کر دیکھو کہ کیا اس نے اپنے آقا کو مانا ہرگز نہیں مانا۔ کیونکہ جن باتون میں وہ راضی ہوتا ہے اس کے کرنے سے تو اسے انکار رہے۔ پس یاد رکھو کہ تم لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی طور پر اسوقت مانوگے۔ جبکہ آپ کے احکام اور وصایا کی مانوگے۔ جس نے آخری حکم کو توڑا اس نے سارے حکمون کو توڑا۔ سوچو تو سہی کہ اگر ایک شخص تمام عمر نماز روزہ ادا کرتے۔ لیکن آخری وقت بجائے لا الہ الا اللہ کے رام رام کہے۔ تو کیا وہ نماز روزہ اس کے کام آویگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان تک فرمادیا کہ اس امت کی دو دیوارین ہیں ایک میں اور ایک مسیح۔ اور اس کے درمیان آپنے فیج اعوج فرمایا ہے جنکی نسبت ارشاد ہے۔ کہ وہ نہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہون لیکن جبکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے ایک خیر کا گروہ قرار دیتے ہیں۔ تو ہم ان کی باتون کو کیونکر قبول کر لیں۔

اس موقعہ پر ایک وزیرآبادی متعصب مولوی نے مداخلت کی۔ اور بیہودگی کی راہ اختیار کر کے بیجا شور اور کلام شروع کیا۔ اول تو حضرت اقدس اس کو حلیمی سے سمجھاتے رہے مگر جب معلوم ہوا۔ کہ اسکی غرض رفع شکوک و شبہات نہیں۔ صرف مناظرہ کا ایک اکھاڑا قائم کرنا چاہتا ہے تو اس سے اعراض کیا۔ اور فرمایا کہ مباحثہ کا دروازہ تو ہم بند کر چکے ہیں۔ اب اس میں پڑنا پسند نہیں کرتے۔ اس پر بعض متعصب طبائع نے شور کرنا شروع کیا۔ آخر مصلحت وقت دیکھکر مولوی صاحب کو بیجا مداخلت سے روکا گیا۔ اور جب وہ باز نہ آئے تو ان کو جبراً احاطہ سے باہر کر دیا گیا۔ اس اثنا میں جو کلام حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے ہم کیجائی طور پر درج کرتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر مسٹر کارلائل ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ میں لکھتا ہے۔

"پس ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتے کہ وہ صرف ایک شعبدہ باز اور نہی باطن شخص تھا اور نہ ہم اس کو ایک حقیر جاہ طلب اور دیدہ و دانستہ منصوبے گانٹھنے والا کہہ سکتے ہیں جو سخت و گرم پیغام اس نے دنیا کو دیا ہر حال ایک سچا اور حقیقی پیغام تھا۔ اور اگرچہ وہ ایک غیر مرتب کلام تھا (قصور فہم انگریز) مگر اس کا مخرج وہی ہستی تھی جسکی تہاہ کسی نے بھی نہیں پائی۔ اس شخص کے نہ اقوال ہی جھوٹے تھے

نہ اعمال ہی اور نہ خالی از صداقت

یا کسی کی نقل و تقلید تھے۔ حیات ابدی

کا ایک نورانی وجود تھا جو قدرت کے

وسیع سینہ میں دنیا کو منور کرنے کو

نکلا تھا اور بے شبہ اس کے لئے

امر ربانی یونہی تھا"

یہی فاضل مصنف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عزم و استقلال کے عظیم الشان معجزہ پر جو ابو طالب کو جواب دیتے وقت آپ سے صادر ہوا (یہ واقعہ یوں ہے کہ قریش نے ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ وہ آنحضرت کو تبلیغ سے روکیں اور انہوں نے آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ اپنی اور میری جان کو ہلاکت سے بچایئے اور اتنا بوجھ مجھ پر نہ ڈالئے جو میری طاقت سے زیادہ ہو۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا اگر یہ لوگ اس مطلب سے کہ میں اس امر عظیم کی بجا آوری چھوڑ دوں (بغرض محال) آفتاب و ماہتاب کو میرے داہنے اور بائیں لا رکھیں تو بھی میں اسکو ہرگز ترک نہ کروں گا تا وقتیکہ خدا اپنے دین کو سب ادیان پر غالب کر دے ایڈیٹر) لکھتا ہے

"یا شبہ آپ خاموش نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ جس امر حق کا آپ اعلان فرماتے تھے اس میں وہی فطری قوت موجود تھی جو سورج اور چاند یا قدرت کے اور مصنوعات میں ہے اور خدائے قادر مطلق کی مرضی کے بغیر سورج اور چاند اور تمام قریش بلکہ تمام انسان اور اور موجودات عالم آپ کو خاموش نہیں کر سکتے تھے"

اسی اخلاقی معجزہ پر مسٹر باسورتھ سمتھ لکھتا ہے

یہ کلام اور یہ چلن ایک جھوٹے مدعی رسالت کا نہیں ہو سکتا

پھر یہی مصنف ایک مقام پر لکھتا ہے کہ "جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھتا تھا وہ بیان کرتا تھا اور وہ بے شک دیکھتا تھا۔ اور اگر کسی شکل حقیقت پر کسی کیلئے ایسے نتائج کو قبول کیا جا سکتا ہے تو جو کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نظر آتا تھا وہ فی نفسہ سچ تھا۔ کیونکہ اس نے اس کو اپنے عالیشان کام میں تقویت بہم پہنچائی تھی"

ہر کونسل مٹی۔ ایم راڈویل صاحب ایک عیسائی فاضل نے قرآن مجید کا ترجمہ کیا ہے وہ اس ترجمہ کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ

"عرب کے صحرا نشین سارے خانہ بدوش جو ویسے بدل گئے جیسے کسی نے سحر کر دیا ہو ...... بت پرستی کے مٹانے۔ جنات اور اقوات کے بجائے خدا کی عبادت قائم کرنے۔ اطفال کشی کی رسم کو نیست و نابود کرنے۔ بہت سے توہمات کو دور کرنے اور بیبیوں کی تعداد کو گھٹا کر اس کی ایک حد معین کرنے میں قرآن بے شک عربوں کیلئے برکت اور قدوم حق تھا"

مقدمات

۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۰۴ء کا الحکم ہم نے عمداً روک کیا تھا کہ یکم اکتوبر سنہ ۱۹۰۴ء کو (جو ہمارے مقدمے کے فیصلہ سنانے کیلئے مقرر تھی) مقدمہ کا فیصلہ سنکر وہ فیصلہ منتظر ناظرین کیلئے چھاپ دیں گے لیکن اس تاریخ پر جناب مجسٹریٹ صاحب نے فیصلہ نہیں سنایا بلکہ آئندہ تاریخ ۸ اکتوبر سنہ ۱۹۰۴ء مقرر کی ہے۔

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدمہ میں بھی ۸ اکتوبر آئندہ تاریخ پیشی مقرر ہوئی ہے۔

یکم اکتوبر سنہ ۱۹۰۴ء کو چونکہ عام خبر تھی کہ فیصلہ سنایا جاویگا اسلئے احاطہ کچہری میں گورداسپور کے بہت سے لوگ فیصلہ سننے کیلئے آئے ہوئے تھے خدا جانے وہ کن آرزوؤں کو ساتھ لیکر آئے ہوں گے مگر آخر ان کو جانا پڑا۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت بھی گورداسپور میں اس تاریخ پر بہت جمع ہو گئی تھی کوئی اڑھائی تین سو کے قریب احباب۔ کراچی حیدرآباد سندھ۔ پشاور۔ وزیرآباد۔ راہوں ضلع جالندھر۔ کپورتھلہ۔ قادیان۔ لاہور۔ امرتسر۔ نارووال۔ دینا نگر۔ پٹیاں والہ۔ وغیرہ مقامات سے آئے ہوئے تھے۔

حضرت مسیح موعود کا کیمپ گورداسپور

۱۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر طرح خوش ہیں۔

۲۔ حضرت حکیم الامۃ اور فاضل امروہی بھی حضور ہی کے ساتھ گورداسپور مقیم ہیں۔

۳۔ ہفتہ زیر اشاعت میں الہام ہوا۔

اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ فَقَطْ

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کا وقت تبدیل ہو گیا ہے۔

۲۔ کسی گذشتہ ہفتہ میں جو خبر اغوا کی لکھی گئی تھی خوشی کی بات ہے کہ فریقین میں باہم صلح ہو گئی۔

۳۔ سناتن دہرم سبھا قائم ہو چکی ہے۔ اور کسی پنڈت کو بلانے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔

۔ غالباً ہمارے لوکل چیف رسان میاں فضل الٰہی کے دوست سنکر خوش ہوں گے کہ جہاں وہ اور ڈاکخانجات ترن تارن ہو کر گئے ہیں وہاں انکی یہ ترقی دوہری مبارک ثابت ہوئی ہے کہ ان کی دوسری شادی ہو گئی ہے۔

قادیان کا ڈاکخانہ یا پبلک ہوٹل

ہمارے ڈویژن کے صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر ڈاکخانجات غور فرماویں کہ قادیان کا ڈاکخانہ جس مکان میں ہے وہ کسی صورت میں ڈاکخانہ کے لئے موزوں اور مناسب نہیں۔ وہ معمولی ایک چھوٹی سی دوکان ہے جس کے ایک طرف ایک کوٹھڑی میں جسکو کسیقدر روشن کرنے کی کوشش کیگئی ہے ریکارڈ اور تھیلے وغیرہ رکھے جاتے ہیں جسمیں حسب معمول الماریوں اور میز وغیرہ کے رکھنے کے بعد سب پوسٹماسٹر کو بھی غالباً مکان مذکور اجازت نہیں دیتا کہ وہ آزادی کے ساتھ اسمیں چل پھر سکے۔ اس کے نصف حصہ کے برابر ایک کوٹھڑی ہے جسمیں سب پوسٹماسٹر بیٹھتے ہیں انکی میز کرسی اور لوکل چیٹی رسان کے بیٹھنے کے بعد کسی اور شے کا وہاں رکھے جانا محال ہے

جس روز ہم اخبار روانہ کرنے کیلئے بھیجتے ہیں اس دن پوسٹماسٹر صاحب عجب کشمکش اور گھبراہٹ میں ہوتے ہیں کیونکہ ان کا کمرہ تو اجازت نہیں دیتا کہ وہاں اخبار کا تھیلا الٹ دیا جاوے اس لئے باہر کے ایک چھوٹے سے برآمدہ میں جہاں دو آدمی بمشکل بیٹھ سکتے ہیں اخبار کا تھیلا رکھے جانے کے بعد خود ان کو دہلیز پر بیٹھ کر اور کبھی بیرون سیڑھی پر بیٹھ کر سارٹ کرنے کا نظارہ قابل دید ہوتا ہے۔

صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر کو اس کے متعلق زیادہ توجہ دلانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ خود اسکو ان گرمیوں میں دیکھ چکے ہیں۔ ہمارا خیال ہے ایسے تنگ و تاریک مقام جیل خانہ کے قیدیوں کو بھی نہیں دئے جاتے۔ چہ جائیکہ وہ ڈاکخانہ کے قابل ہوں۔ یہ مکان بمشکل ایک آدمی کے بیٹھنے کے قابل ہے اور ڈاکخانہ کیلئے جہاں سینکڑوں اور صدہا آدمیوں کی روزانہ آمد و رفت ہو ایک کھلا مکان ہونا چاہیئے۔ قطع نظر اسکے کہ سب پوسٹماسٹر اور دوسرے متعلقین ڈاکخانہ کے بیٹھنے کے وہ ناقابل ہے اور حفظ صحت کے اصول کے مطابق نہیں ہے سب پوسٹماسٹر چٹھی رسانوں کے کام کی نگرانی بمشکل کر سکتا ہے اس لئے اس مکان کو بدل لینا چاہیئے گو یہ ضروری امر ہے کہ موجودہ کرایہ پر جو دو روپیہ ہے عمدہ مکان ملنا مشکل ہو جیسے کرایہ مکان چار یا پانچ روپیہ ماہوار تک نہ بڑھایا جاوے تو عمدہ مکان نہیں ملیگا۔ اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر اس ضرورت کو محسوس کر کے اور بہت جلد اس انتظام کیطرف توجہ کریں گے کیونکہ آئندہ موسم خطرناک بیماریوں کے پیدا ہونے کا ہے ان ایام میں اس قسم حفظ صحت کے لحاظ سے بھی کشادہ مکان ضروری ہے۔ اگر کرایہ معقول دیا جاویگا تو عمدہ مکان ڈاکخانہ کیلئے مل سکتا ہے۔

مراۃ الجہاد

اسلام کی ایک دلچسپ عجیب اور جامع کتاب مسئلہ جہاد پر کارخانہ الحکم میں چھپ رہی ہے اسکے مولف جناب مکرم میاں سید وزارت حسین صاحب مونگیری ہیں۔ سید صاحب نے نہایت خوبی کے ساتھ مسئلہ جہاد کو مختلف پہلوؤں سے بحث کی ہے اور اس کتاب پر جسقدر اعتراض مخالفوں نے کئے ہیں انکو جواب بڑے عمدہ طریق کے ساتھ دئے گئے ہیں خصوصاً سپرنٹنڈنٹ لکھیم لم اور مسٹر کے رسالہ جہاد کا دندان شکن جواب ہے۔ ہم اگلی اشاعت میں اس کتاب کے مضامین کی مختصر فہرست دینگے (انشاء اللہ العزیز) ۱۹۲ صفحہ کی کتاب چھپ چکی ہے اور ۲۰۰ صفحہ تک کے لیس میں جا چکی ہے ابھی مطبع میں آرہی ہے فی الحال ہم اسکی قیمت کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے یہ کتاب بہت ہی قابل ہے کہ اسکی کثرت کے ساتھ اشاعت ہو درخواستیں دفتر الحکم میں آنی چاہئیں تاکہ کتاب چھپ کر شایع ہونے پر خریداروں کو جلد بھیجی جاوے ورنہ دوسرے اڈیشن کا انتظار کرنا پڑیگا۔

پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب توجہ کریں

شکوہ جور یار کا یا شوخئ بخت کا گلہ
ہم جو کچھ کہتے ہیں کہنے کو ہیں ملا کہنے کو ہیں

متعلقان پوسٹ آفس کے متعلق متعدد آرٹیکل الحکم کے کالموں میں نکل چکے ہیں لیکن اس لحاظ سے کہ انپر توجہ ہوئی یا شوخئ بخت وہ روز اول ہے یہ ہم کہہ نہیں سکتے کہ پوسٹ ماسٹر جنرل تک ان اخبارات کی رسائی نہیں کیونکہ ہم خود ہر ایک نمبر جسمیں محکمہ ڈاکخانہ کے متعلق کوئی مضمون ہوتا ہے صاحب موصوف کے نام بھیجتے ہیں ہاں اس بات کے ہم کفیل اور ذمہ دار نہیں ہو سکتے کہ وہ پرچہ ان تک ڈاک کے ہمراہ جاکر پہونچا بھی آوے۔

بہرحال پوسٹ ماسٹر جنرل سے اس قدر توقع ہمیں ضرور ہے کہ جب وقت یہ سوالات ان کی نظر سے گذرے انپر ضرور غور کیا جاویگا۔

ہم نے بارہا نوٹ سسٹم کے متعلق صاحب ممدوح کیخدمت میں عرض کیا ہے اور ان کے اس کے بیجا استعمال کے برے نتائج سے آگاہ کیا ہے آج ہم انکی گریڈیشن لسٹ کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ اس سوال پر بہت غور کریں گے۔

ہم نے پہلے بھی اس امر پر لکھا ہے کہ محکمہ ڈاکخانہ میں جو ترقیاں دیجاتی ہیں ان کا کوئی خاص اصول ابتک ہماری سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ ڈاکخانہ کے ملازمین ہمیشہ اس کے شاکی پائے گئے ہیں کہ عموماً ترقیاں دیتے وقت رسوخ سے کام لیا جاتا ہے۔ گریڈیشن لسٹ ڈاکخانوں میں شائع کی جاتی ہیں لیکن تجربہ عموماً یہ بتاتا ہے کہ یہ صرف دکہانے کے دانت ہیں اور کہانے کے دانت درحقیقت اور ہیں اگر اس لسٹ کے موافق ترقیوں کا معیار قائم نہیں رکہا جا سکتا تو کیا ضرورت ہے کہ اس کو شائع کیا جاوے۔ یا اس کو شائع کرکے پہر اس کی پرواہ نہ کرنا یہ اس لسٹ کی عدم ضرورت کو ثابت نہیں کرتا۔ کیونکہ سنت میں اسقدر خرچ اسکی طبع وغیرہ کا ڈاکخانہ پر ڈالا جاتا ہے وہ روپیہ ہی بمد بچت جمع کیا جاوے۔ اور نہیں تو خزانہ سرکاری ہی پر نہ ہو۔

بہرحال

یہ شکایت عام ہو چلی ہے کہ گریڈیشن لسٹ کے موافق علی العموم ترقیاں نہیں ملتی ہیں یا کم ملتی ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں چند نام پیش کرتے ہیں۔ جن کو ترقیاں دی گئی ہیں لیکن ورحقیقت گریڈیشن لسٹ کے موافق وہ ترقی کے مستحق نہیں پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب اگر توجہ کریں تو مستحق لوگوں کے حقوق کی حفاظت کا خاص انتظام کر سکتے ہیں اگر ان لوگوں کو جن کے نام ہم ذیل میں دیتے ہیں گریڈیشن لسٹ کے موافق ترقی ملی ہے اور ہمیں غلطی لگی ہے تو ہم صاحب پوسٹ ماسٹر جنرل سے شکرگذار ہونگے اگر وہ اس غلطی کے رفع کرنے کی ہمیں اطلاع دینگے۔ اور اگر کسی غلطی سے ان لوگوں کو ترقیاں ملی ہیں تو ہم ان کے انصاف سے امید رکھتے ہیں کہ وہ حق داروں کو حق دینگے۔

وہ نام یہ ہیں

(۱) مسٹر ای۔ سکوٹ کلرک لاہور یکم ستمبر سنہ ۱۹۰۴ء کو للعہ کے گریڈ سے ۵۰ کے گریڈ میں ترقی پا گئے ہیں ان صاحب کا درکا نمبر ایک سو تیس (۱۳۰) تہا۔ تعجب نہیں اندہیری بات ہے کہ ۱۲۹ مستحق امید واران کو پہاند کر ۵۰ کے گریڈ میں کیونکر چلے گئے اگر کوئی خاص وجہ ترقی کی تہی تو چاہیے تہا کہ عام طور پر اعلان کر دیا جاتا تاکہ ان ۱۲۹ امید واروں کو تسلی ہوتی اور وہ اپنی قابلیت کا موازنہ بجائے خود کر لیتے جہاں تک ہم دیکہتے ہیں کوئی وجہ بجز سیاہ و سفید کے سوال کے اور نظر نہیں آتی۔ لیکن اگر صرف یہی وجہ ہے تو بیچارے غریب ہندوستانیوں کا یہ اپنا قصور تو نہیں ہے کہ وہ ہندوستان میں کیوں پیدا ہوئے گورنمنٹ کی فیاض نگاہیں یہ بلکہ ہندوستانی مفتوح قوم ہونے کی وجہ سے زیادہ مراعات کے مستحق ہیں۔

(۲) مسٹر جے سمسن صاحب کلرک لاہور ۵ فروری سنہ ۱۹۰۴ء کو ۵۰ کے گریڈ سے ۶۰ کے گریڈ میں ترقی پا گئے ہیں۔ حالانکہ آپ کا نمبر پچاسواں تہا اور ۴۸ امید واروں کو پیچہے ڈالکر آپ آگے نکل گئے۔ اگر آپ کی ترقی کی یہی رفتار رہی تو اندیشہ ہے کہ بہت سے غریب پیچ آپ کی تیز رفتاری میں کچلے جائیں گے۔

(۳) مسٹر پی فلپس کلرک لاہور ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۰۴ء کو ۶۰ کے گریڈ سے ۷۰ کے گریڈ میں ترقی پا گئے ہیں اپنے پندرہ امید واروں کو پیچہے رکہا ابہی کچہ نام ہمارے پاس باقی ہیں جن کو ہم کسی اگلی اشاعت میں پیش کرینگے۔

فی الحال ہم یہ تین کیس صاحب موصوف کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور انصاف چاہتے ہیں کہ وہ بیچارے غریب مستحقین کے حقوق کی نگہداشت کریں۔ باقی آئندہ

ڈاکخانہ کا نیا سرکلر

معزز معاصر ہندوستان نے ڈاکخانہ کے جدید سرکلر گورمکہی کے سیکہے جانے کے متعلق بہت ہی نامعقول ریمارک کیا ہے جو گویا پورمین ہی گورمکہی سیکہیں یا وہ مستثنیٰ کئے جاوینگے۔

یہ ایک لگا امر ہے کہ محکمہ ڈاکخانہ گورمکہی حروف کے سیکہنے کی قید ایزاد کر دے لیکن تجربہ اور کاروبار بتاتے ہیں کہ گورمکہی طرز تحریر عام نہیں اگر ڈاکخانوں کی چٹہیات کا اندازہ کیا جاوے کہ گورمکہی میں کسقدر آتی ہیں تو شاید پہلے ہی تعطیل بہیں پہر ایسے سرکار سے کوئی فائدہ خاص تو نظر نہیں آتا۔ خیر افسران ڈاکخانہ مجاز ہیں جس قسم کے قوانین چاہیں نافذ کریں لیکن یہ ضروری امر ہے کہ وہ سب پر حاوی ہوں۔ کسی کو مستثنیٰ نہ کیا جاوے۔

یہ تحریک قابل قدر ہوتی اور گورنمنٹ کا منشا بہی خوب پورا ہو جاتا اگر محکمہ ڈاکخانہ والے گورمکہی زبان میں امتحان پاس کرنے والے ملازمان ڈاکخانہ کیلئے خاص انعام رکہدیتے مگر یہ فرمانا کہ بجز سیکہی کے علاوہ ہر ایک کو شاید بندی کر کے سیکہنا بہی لازمی کرنا پڑے اور بیچارے ڈاکخانے والوں پر کام کا اسقدر بوجہ ہے کہ ضروری حوائج فطریہ کیلئے بہی کافی وقت نہیں ملتا اور اس پر طرہ یہ کہ بال اور پرائیویٹ ٹیکسی تنگ سکہ صاحب کی تلاش کرتے پہریں۔ بعض ایسے مقامات بہی ہوتے ہیں جہاں کوئی پڑہا لکہا ہوتا ہی نہیں وہاں گورمکہی سیکہنے کیلئے کیا انتظام ہوگا۔ یہ سرکلر بہت کچہ اصلاح و ترمیم کے قابل ہے جسپر ہم پہر لکہنا چاہتے ہیں۔

بٹالہ سٹیشن

بٹالہ سٹیشن کے متعلق ہمیں متعدد مرتبہ لکہنا پڑا ہے اور ہم افسران ریلوے کے شکرگذار ہیں کہ انہوں نے ہماری تحریروں پر قابل قدر توجہ کی تہی۔

حال میں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بابو کرم چند صاحب اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر کی تبدیلی کی خبر آئی ہے جہاں تک پبلک کی بہتری اور آرام اور اپنے فرض منصبی کی بجا آوری کا سوال ہے اس حد تک ہم بابو کرم چند صاحب کی تبدیلی کی کوئی وجہ نہیں پاتے۔ بابو کرم چند صاحب کی خوش اخلاقی سے پبلک کو آرام پہونچتا رہا ہے۔ اور ان کے جانے سے بظاہر پبلک کو تکلیف پہونچنے کا احتمال ہے یہ ہم جانتے ہیں کہ بعض ناعاقبت اندیش جن کی کارستانیاں بابو کرم چند صاحب کی موجودگی میں انکی دیانت داری کی وجہ سے چل نہیں سکتی ہیں کوشش کرتے ہیں کہ ان کو تبدیل کر دیا جاوے لیکن اگر عام لوگوں سے یہ سوال ہو تو ہم یقیناً کہتے ہیں کہ پبلک ہمارے ساتہ متفق ہوگی۔

ریلوے اپنے اعتبار سے اگر پبلک کی آسائش کا خیال رکہتی ہیں اور ضرور رکہتی ہیں ریلوے اپنے اعتبار سے اگر دیانت دار ملازموں کی قدر کرتی ہے اور ضرور کرتی ہے تو ہم یہ کہنا ضروری سمجہتے ہیں کہ بابو کرم چند ایسے لائق اور دیانتدار شخص کو بٹالہ سٹیشن سے ہرگز تبدیل نہیں کرنا چاہیے ورنہ ہمیں اندیشہ ہے کہ آئے دن شکایتوں کا سلسلہ جاری ہو جاوے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ یہ مختصر نوٹ ہمیں آئندہ لکہنے سے مستغنی کر دیگا۔ اگر اس پر توجہ نہ کیگئی تو مجبوراً ہمیں اس سازش کا انکشاف کرنا پڑیگا جو بابو کرم چند کی مخالفت میں کیگئی ہے اور ان اسباب کو بہی بتانا پڑیگا۔ جو اس سازش کے محرک ہوئے ہیں۔

صدائے اسلام

نالہ صدا سے در دہے موزون ہی کیوں نہ ہو
روکیا ہے پہر بہی معجزہ افسون ہی کیوں نہ ہو
جز اہل درد کس کو مزہ آسکے گا بہلا
لطف و بیان خوب سے مضمون ہی کیوں نہ ہو
گلشن عرفان کو دینے رنگ و بو آیا ہوں میں
اس چمن میں بنکے آئین نمو آیا ہوں میں
درد دل ہی حضرت انسان کے دکہوں کی ہو دوا
دلمیں بنکر درد دل کی آرزو آیا ہوں میں
جس سے مستوں کو بیکہا یا تہا خلیل اللہ نے
بزم میں لیکر وہی جام و سبو آیا ہوں میں
ناامیدوں کو سنایا میں نے پیغام امید
ساتہ لیکر مژدۂ لا تقنطوا آیا ہوں میں
سوئے کوہ قبلۂ حق کے لئے قبلہ نما
دل میں بنکر راز جان کی جستجو آیا ہوں میں
ظلمت کثرت کی جہائی تہی گہٹا چاروں طرف
مہر وحدت ہوں چمکنے سو بسو آیا ہوں نہیں
تہا یہ بازار جہاں میں اک متاع کس مپرس
گوہر حکمت کی بنکر آبرو آیا ہوں میں
بہائی بہائی نوع انسان کو بنادوں گر سبہی
ان مٹانے ہستی غیر و عدو آیا ہوں میں
درد سے الفت ہے مجہکو منصب گو ہیرہے
اس پہلانے جہان میں چارسو آیا ہوں نہیں
سنت باری کی ہے احکام میں میری جہلک
اصل فطرت کے مطابق ہو بہو آیا ہوں میں
سب رسولوں کی زبانوں پر میرا افسانہ تہا
شمع بزم راز تہا میں ہر نبی پروانہ تہا
اختلاف فرع کی گو ڈال رکہی تہی نقاب
جلوہ گر اول سے میرا عارض جانانہ تہا
دم میرا بہرتا تہا موسیٰ میرا شیدا تہا خلیل
عیسیٰ مریم بہی میرے حسن کا دیوانہ تہا
دور آخر میں کیا کامل مجہے اس نور نے
جسکی شمع بزم کا روح الامین پروانہ تہا
جلوہ گر وہ نور تہا اس کے جبین ناز میں
دیدۂ موسیٰ نے جسکے سے جسکی حیرت خانہ تہا
تارے کو نازاں کہتے ہیں ارباب نظر
سہر کے پردہ میں چہپتا ناز معشوقانہ تہا
سب بنی آدم کو اس نے ایک کنبہ کر دیا
اس کے حسن خلق سے اپنا ہر ایک بیگانہ تہا
بن گیا فیض قدم سے اس کے فردوس بریں
ورنہ ریگستان یثرب کیا تہا اک ویرانہ تہا
اس کا اک اک فعل انسان کی محبت کو ہوا
اس کا اک اک قول دلسوزانہ ہمدردانہ تہا
اس کے ہاتہوں سے بنا ایک نخل پہر ور بار ور
میں خلیل اللہ کا بویا ہوا اک دانہ تہا
(باقی)

مسلمان بہادر عورتین

ام آبان

یہ معزز خاتون عتبہ بن ربیعہ کی لڑکی اور حضرت آبان بن سعید کی پیاری بیوی تھین بروز جنگ اجنادین واقع ملک شام ان کا نکاح آبان رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جب ان کے خاوند جنگ دمشق مین شہید ہوئے تو اس وقت تک ان کے ہاتھون کی مہندی کا رنگ باقی تھا اور ان کے کپڑون سے خوشبو عطر و دلہن کی آتی تھی۔ اس لڑائی مین وہ پیادہ ان جنگی عورتون کی جماعت مین تھین جنکی خاندانی شجاعت مشہور و معروف تھی۔ جب انہون نے اپنے شوہر کے شہید ہونیکی خبر سنی تو وہ گھبرا کر رزم گاہ کیطرف چلین۔ دامن لگنے کیوجہ سے وہ اس وقت قدم قدم پر ٹھوکرین کہاتی تھین۔ اس پریشان حالی سے گرتی پڑتی جب انکی لاش پر آئین تو انہون نے بجز صبر و شکر کے اور کوئی کلمہ اپنی زبان سے نہ نکالا اسے مخاطب ہو کر صرف اتنا ہی کہا کہ ہنئت بما اعطیت مضیت الی الحور العین المجاور رب العالمین والذی جمع بیننا ثم فرق واللہ لاجهدن حتی الحق بک لانی مشوقة الیک لم ازو منک ولم تزومنی ولکن باللہ لا ان یبغضنی بعدی حرام علی ان یاو منی بعدک احد فقد حبست نفسی فی سبیل اللہ عسی ان الحق بک وارجوان یکون ذالک عاجلا۔

ترجمہ۔ جو کچھ تمہین عطا ہوا وہ تمہین مبارک ہو۔ تم حور عین کے پاس اپنے پروردگار کے فردوس مین چلے گئے جس نے ہمین اور تمہین ایک جا جمع کیا۔ اور پھر جدا کر دیا۔ خدا کی قسم مین یہانتک جہاد کرونگی کہ تم سے ملجاؤنگی کیونکہ مین تمہارے پاس آنے کی خواہشمند ہون۔ نہ مین تم سے بے پروا ہون اور نہ تم مجھسے۔ لیکن خدا نے میرے عیش کو منغص کیا حرام ہے کہ تمہارے بعد کوئی مرد مجھے چھوئے مین نے اپنے نفس کو خدا کی راہ مین قید کر دیا ہے قریب ہے کہ مین تم سے ملون اور امید ہے کہ یہ امر جلد واقع ہو۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ ام آبان سے زیادہ صابر کوئی شخص دیکھنے مین نہین آیا تجہیز و تکفین کے بعد ام آبان نے اپنے شوہر کی لاش اسی مقام پر دفن کی جہان وہ شہید ہوئے تھے اور ان کے جنازہ کی نماز خالد بن ولید اور دوسرے دلاوران اسلام نے پڑھی۔ انکی قبر مشہور ہے۔ جب وہ خاک مین چھپا دیئے گئے تو پھر ام آبان نہ روئین اور نہ وہان ٹھہرین وہ اپنے ہتیارون کے پاس آئین اور ان سے آپنے آپکو مسلح کیا۔ انہون نے ڈہال تلوار لگا کے ٹوپا ٹھاٹا باندہا۔ اور وہ اپنی زنانہ ہیئت مردانہ وضع کے ساتھ بدل کر میدان کارزار مین پہنچین پھر انہون نے اس دروازے کی لوگون سے دریافت کیا جہان انکے شوہر مارے گئے تھے۔ یہ دروازہ توما کے نام سے مشہور تھا جو ہرقل بادشاہ کا داماد تھا۔ اور اسی نے انہین شہید کیا تھا۔ وہ شرجیل بن حسنہ کی جماعت مین ملگئین۔ اور کافرون سے ایک سخت جنگ کی۔ ام آبان کو فن تیر اندازی مین کمال تھا۔

حضرت شرجیل بن حسنہ نے بیان کیا ہے کہ بروز جنگ دمشق در توما پر مین نے ایک منظر دیکھا جسکے ہاتھ مین صلیب تھی۔ یہ رومی سردار توما کے آگے تھا۔ اور ہماری طرف اشارہ کرکے کہتا جاتا تھا کہ اے خداوند صلیب کو اور اس شخص کو جس نے اس سایہ مین پناہ لی ہے مدد دے۔ اور اے خداوند مسیح کو ظاہر کر اور ان پر غلبہ دے" شرجیل کہتے ہین کہ مین اسکی طرف تعجب سے دیکھ ہی رہا تھا کہ ام آبان نے تیر چلایا جو ٹہیک نشانہ پر لگا۔ اسیوقت اس رومی کے ہاتھ سے صلیب گر پڑی جسمین چمکتے ہوئے جواہر جڑے تھے۔

جب یہ صلیب مسلمانون کے ہاتھ مین آگئی۔ تو عیسائیون کے دل پر سخت چوٹ لگی جوش مذہبی سے آگ ہو کر انہون نے بہیئت اجتماعی لشکر اسلام پر ایک نہایت ہی سخت حملہ کیا اور صلیب کو حضرت شرجیل بن حسنہ کے ہاتھ سے چھیننا چاہا۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ جب شرجیل بن حسنہ نے توما کو بہت ہی غضب کے ساتھ اپنی طرف حملہ آور دیکھا تو انہون نے زمین پر صلیب پھینکدی اپنی تلوار میان سے کھینچ لی اور اس سے مقابلہ کیلئے آگے بڑہے توما صلیب کو زمین پر پڑا دیکھکے بیتاب ہو گیا اور ان لشکر کو آواز دی۔ آواز سن کر اس کے سپاہی بغرض کمک اس کے پاس آگئے جب ام آبان نے یہ ماجرا دیکھا تو انہون نے اپنے لشکر کے غازیون سے پوچھا "یہ کون شخص ہے جو لشکر اسلام پر اس سختی سے حملہ آور ہے" لوگون نے کہا "یہ بادشاہ ہرقل کا داماد توما ہے جس نے تمہارے خاوند سعید بن العاص کو قتل کیا ہے" یہ سنکر ام آبان نے سخت حملہ کیا اور وہ توما کے قریب دوڑ کر پہنچین انہون نے اپنا تیر کمان مین جوڑ کے توما کیطرف چلایا۔ یہ دیکھکے چارون طرف سے کفار رومیون نے ام آبان کو آکر گھیر لیا اور ان پر وار کرنے لگے لیکن ام آبان نے انکی جانب ذرا بھی توجہ نہ کی اور پھر ایک تیر کمان مین جوڑ کر انہون نے افسر توما کیطرف سیدہا کیا جب بسم اللہ کہکر انہون نے تیر چھوڑا تو وہ اسیوقت توما کی بائین آنکھ مین جا لگا جبکہ وہ شرجیل بن حسنہ پر غالب ہوا ہی چاہتا تھا اور صلیب اٹھانے ہی کو تھا۔ اس تیر کے لگتے ہی وہ پیچھے پھرا۔ اور ام آبان نے دوسرا تیر کمان مین جوڑنا چاہا۔ لیکن توما کے ہمراہیون نے اسے اپنی ڈھالون مین چھپا لیا۔ اس وقت ام آبان متواتر تیر چلاتی تھین

اشعار

ام ابان فاطلبی بثارك
اے ام آبان تو بدلا لے
ھتولی علیھم صولة المتدارك
ان پر تو سخت مزا دینے والا حملہ کر
قد ضجّ جمع الروم من نبالك
تیرے تیرون نے رومی چلا اٹھے ہین
اقسمت لا احدث عن المجادل
مین نے قسم کہائی ہے کہ سوکون کو بیان کرون
وکنت ما علقت بکم بناتك
اور پھیرون کی شہادت کی جدائی کے بعد

واقدی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ پھر ام آبان نے ایک کو تیر مارا جو اس کے سینہ مین لگا۔ اس کے زخم سے وہ زمین پر گر پڑا۔ پھر انہون نے اوس پر دوسرا تیر چلایا جو اسکی گردن مین جا کر بیٹھا۔ اور وہ اس کے صدمہ سے راہی ملک عدم ہوا۔

جب توما۔ ام آبان کا تیر کہا کے میدان جنگ سے بھاگا تو اس نے اپنے شہر مین پہنچکر دم لیا۔ تیر اس کی آنکھ مین اس زور سے آکر بیٹھا تھا۔ کہ اس کا نکالنا دشوار تھا اس کی قوم کے بڑے بڑے معزز نصرانی جو اس کے گرد جمع تھے۔ اس تیر کو نکالنے کی کوشش کرتے تھے مگر وہ توما کی آنکھ مین سے نکلتا نہین تھا۔ اور توما درد سے نالہ و فریاد کرتا تھا۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہوئی تو تیر کی ڈنڈی کاٹ دیگئی اور اوس کا پیکان آنکھ ہی مین قایم رہا۔ اس آنکھ پر پٹی باندہے جانے کے بعد اسے میدان جنگ مین پھر جانے کیلئے کہا گیا۔ لیکن اوس نے دروازہ سے باہر قدم تک نہ رکھا۔

خالد بن ولید کو ام آبان کی اس جانبازی توما کے زخمی ہونے اور صلیب کے ہاتھ آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔ جب آدھی رات ہوئی اور میدان کارزار بدستور گرم رہا۔ تو ہر ایک شخص اپنے قریب والے آدمی سے لڑنے لگا۔ اور اپنے اور پرائے کی کوئی تمیز باقی نہ رہی۔ ام آبان شرجیل بن حسنہ کے ساتھ تھین۔ اس حالت کارزار مین ان سے بڑا صبر و استقلال ظاہر ہوا۔ وہ متواتر لشکر مشرکین پر تیر چلاتی تھین۔ جو لشکر شرجیل کا ذکر قتل کرتا تھا۔ انہین رومی مرد سمجھتے جب صرف ایک ہی تیر ان کے پاس باقی رہ گیا تو وہ اسے لیکر لشکر مخالف کے داہنین بائین دیکھنے لگین۔ اتنے مین ایک رومی آدمی ان کے قریب آیا۔ ام آبان نے پہرتی سے یہ تیر اسکی طرف چہوڑا جو اس کے سینہ مین جا کر بیٹھا۔ تیر لگتے ہی اس رومی آدمی نے اپنی قوم کو آواز دی اور ام آبان پر جھپٹ کر حملہ کیا۔ اس آواز کے سنتے ہی اسکی قوم پھر اسکی اعانت کیلئے دوڑی اور ناگہان دوڑ کے ام آبان کو گرفتار کر لیا مگر اس مسلمان بہادر عورت کے تیر کا گھایل پھر جان بر نہ ہوا۔

جب رومی ام آبان کو قید کر کے لیچلے تو دفعتا ایک مسلمانون کی جماعت نے اس واردات کو دیکھا۔ ان مین سے عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق۔ اور آبان بن عثمان رضی اللہ عنہم نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ ام آبان کو دو سوار رومی گھیرے ہوئے لئے جاتے ہین اور وہ فریاد کرتی جاتی ہین کافرون پر جھپٹ کر حملہ کیا اور ان دونون رومی سوارون کو قتل کر کے ام آبان کو رہائی دی۔

اس لڑائی کے علاوہ ام آبان اور معرکون مین بھی شریک رہی ہین اور کئی مقامات پر دشمنون کے ہاتھون مین گرفتار ہوئی ہین۔

اس تاریخی واقعہ سے ثابت ہے کہ مسلمان عورتین بھی قومی کامون مین حصہ لیتی رہی ہین اور برابر مقابلہ کرتی تھین ۔ ۔ ۔ کیونکہ یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت مین گذرا ہے اور وہ نبین کے زمانہ خلافت مین اور عورتین بھی اسطرح لڑائیون شریک ہوئی ہین۔ . . . . .

. . . .

. . . .

اس زمانہ کے ہندی مسلمان جو ہندو رسم و رواج [illegible] جہل کو اپنے تمام عہدہ اور صفیہ اسلامی باتون کو بنظر استعجاب دیکھتے ہین اور قرآن شریف کو چھوڑ کر منو جی کے شاستر پر چلتے مین عورتون [illegible] حقوق کی ہرگز پروا نہین کرتے . . . . . اسلام کو اپنے ہندی رسم و رواج سے ایسا بدنام کر رکہا ہے کہ جاہل اشخاص غیر مذہب ان رسوم کیطرف منسوب کرتے ہین حالانکہ اسلام وہ پاک دین ہے جو دنیا و دین دونون مین ایک قسم کا اعلے درجہ کا مہذب اور لائق بنا دیتا ہے جسقدر عورتون کو اسلام نے ترقی و حقوق عنایت فرمائے ہین وہ اور کسی مذہب اور قانون نے نہین دیئے ہین۔

(سعد [illegible])